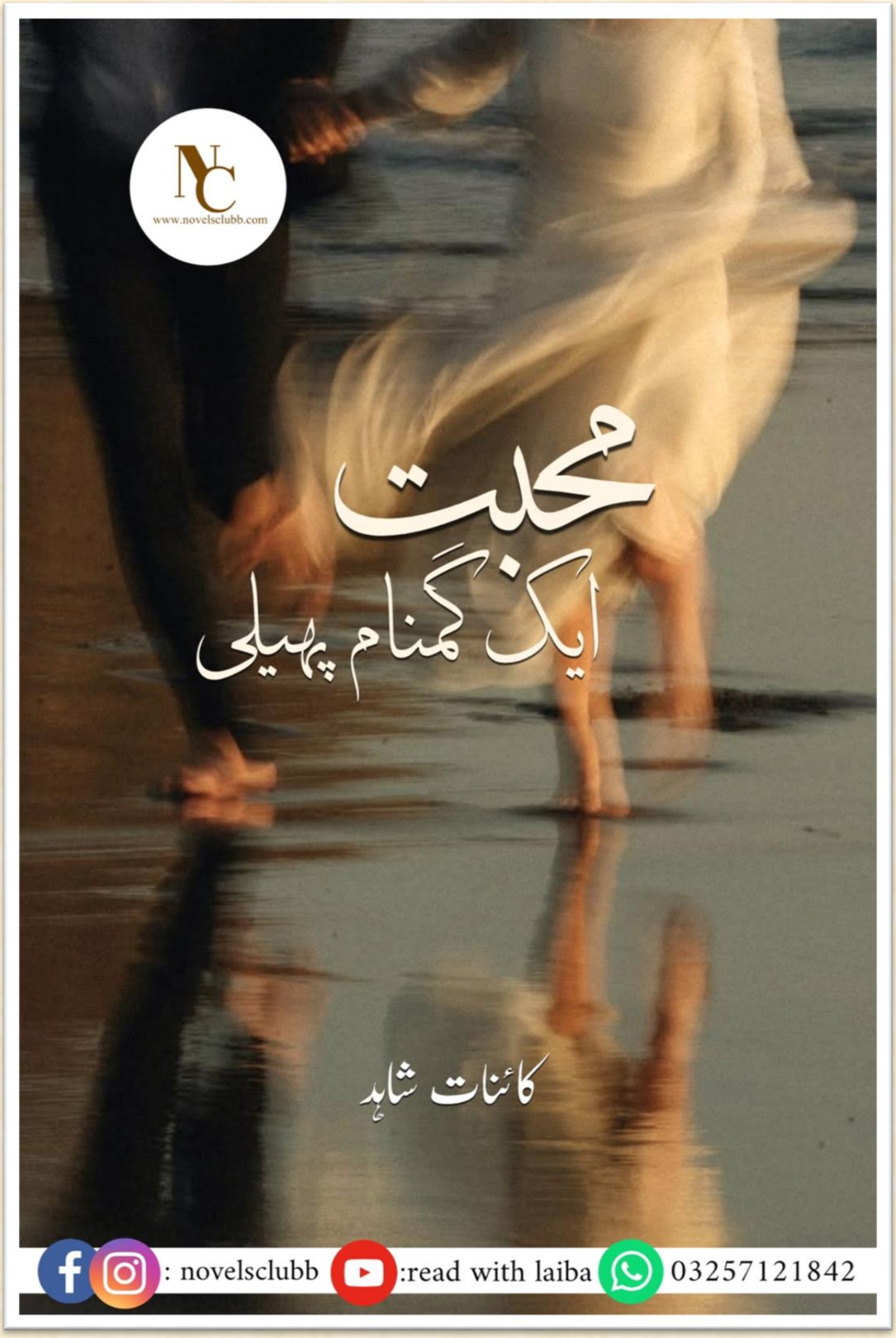
www.novelsclubb.com
محبت
ایک گمنام پہیلی
کائنات شاہد
: novelsclubb
:read with laiba
03257121842

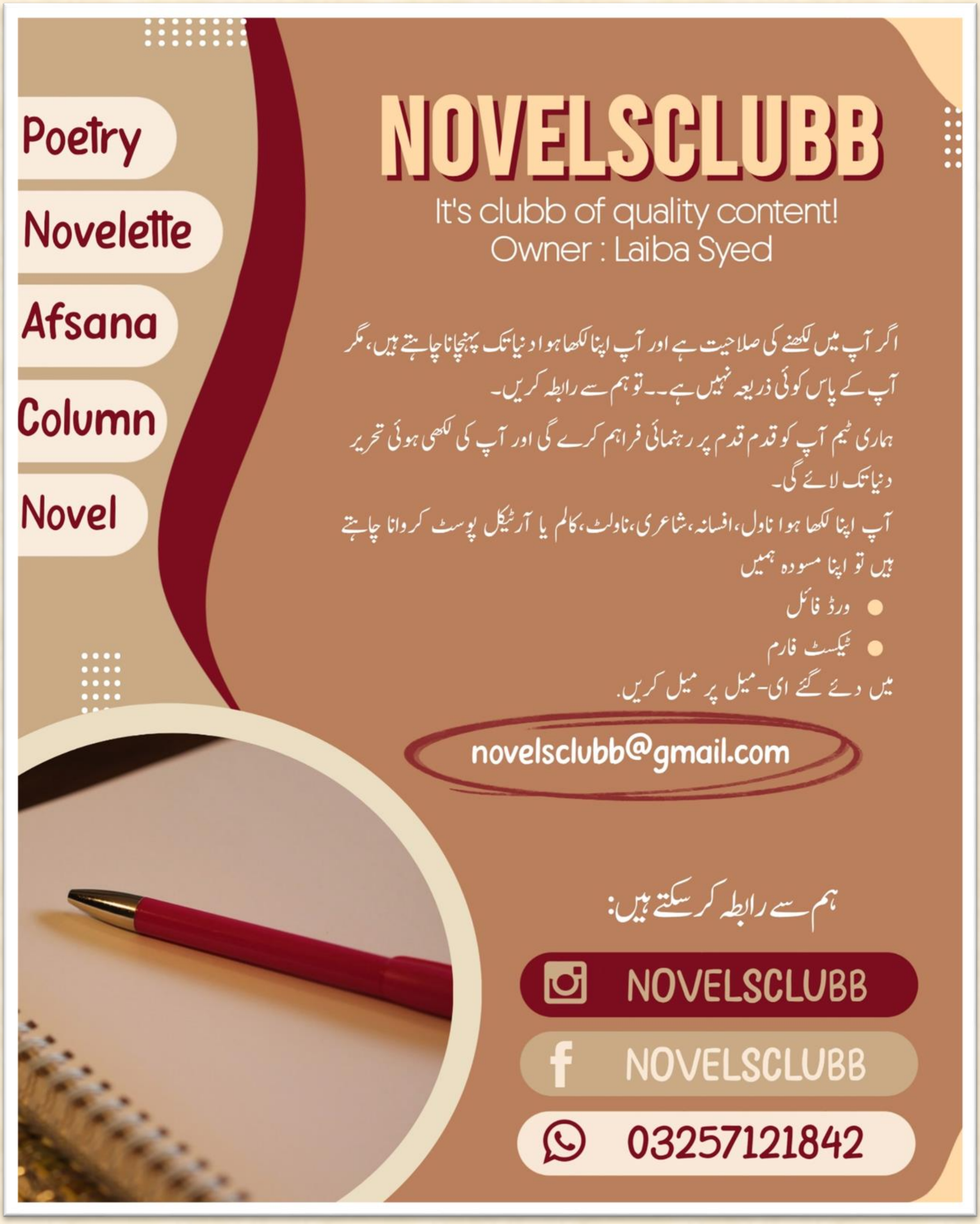
Poetry
Novelette
Afsana
Column
Novel
NOVELSCLUBB
It's clubb of quality content!
Owner : Laiba Syed
اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔
ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔
آپ اپنا لکھا ہوا ناول،افسانہ،شاعری،ناولٹ،کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں
ورڈ فائل
ٹیکسٹ فارم
میں دیئے گئے ای-میل پر میل کریں.
novelsclubb@gmail.com
ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں:
NOVELSCLUBB
NOVELSCLUBB
03257121842

محبت ایک گمنام پہیلی

از قلم

کائنات شاہد

Clubb of Quality Content!

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔

انتساب:

ان حقیقی مرد حضرات کے نام جو اپنے سے منسلک خواتین کو کامیاب ہوتا دیکھنا چاہتے ہیں اور ہر حال میں انکی ڈھال بنتے ہیں۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

پیش لفظ:

السلام علیکم! امید کرتی ہوں آپ سب خیریت سے ہوں گے اور ایمان کی بہترین حالت میں ہونگے۔ میرے نزدیک ہر کہانی کے لکھنے کی کوئی نہ کوئی وجہ ضرور ہوتی ہے اور اس کہانی کو لکھنے کی وجہ تو مجھے سوچ کر بھی ہنسی آتی ہے کیونکہ مجھے کسی نے کہا تھا کہ آپ کبھی رومانوی کہانی نہیں لکھتیں تو میں نے سوچا کیوں نہ اس بار قسمت آزمائی کر لی جائے اور پھر اس کہانی کا خیال میری ذہن میں آیا لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ جب مجھے اس کہانی کو لکھنے کا خیال آیا تھا تو مجھے علم نہیں تھا کہ کہانی کیسے ہو گی اور انتساب کس بارے میں ہو گا لیکن جب کہانی اپنے اختتام کو پہنچی تو اس نے اپنا انتساب بھی خود ہی لکھوایا۔ کہانی ہے تو سوفٹ سی لیکن اس کہانی میں موجود جو مرد کے کردار ہیں وہ ہم سب کو کہیں نہ کہیں حقیقت میں ملتے ہیں کبھی اپنے والد کی صورت میں ہمیں وہ مرد ملتا ہے جو ہمیں ہم سے بھی زیادہ سپورٹ کرتا ہے اور کبھی بھائی تو کبھی شوہر کی صورت۔ اس لیے اس کہانی کا انتساب بھی انہی مردوں کے نام ہے۔ جو لوگ مجھے فیمینسٹ کہتے ہیں نہ انہیں میری لکھی گئی یہ کہانی لازمی پڑھنی چاہیے اگر کہانی نہیں تو کم از کم انتساب ہی پڑھ لیں۔

اب بڑھتے ہیں کہانی کی جانب۔

جزاکم اللہ خیرا!

"زندگی اس طرح سے یوٹرن بھی لے سکتی ہے میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ مطلب کہ حد نہیں ہو گئی؟ کہ اگر بندے نے کہہ ہی دیا کہ میں اسکی حفاظت کروں گا تو یہ بات کہاں کو گئی کہ پکڑ کے نکاح ہی پڑھوا دو۔ اب بندہ پوچھے ایک آرمی افسر پتا نہیں کتنے مرد و خواتین کی حفاظت کرتا ہے اب کیا وہ تمام خواتین سے نکاح پڑھ لے؟" وہ مسلسل یہ سب سوچ رہا تھا اور اسی طرح سوچتے ہوئے گاڑی بھی چلا رہا تھا۔ رات کے وقت وہ سنسان سی گلیوں میں گاڑی چلا رہا تھا اور دماغ میں مسلسل اسکے ابھی کچھ دیر پہلے ہونے والے واقعے کی فلم چل رہی تھی کہ کس طرح اس کا ایمر جنسی نکاح کروا دیا گیا تھا اور نکاح کروانے والا کوئی اور نہیں بلکہ وہ ہستیاں تھیں جن کی وہ بہت عزت بھی کرتا تھا۔ اب گاڑی ایک بڑی سڑک پر آچکی تھی اور وہ گاڑی چلاتا چلاتا گاہے بگاہے اپنی برابر والی سیٹ پر بھی نگاہ دوڑا لیتا۔ جہاں اسکی بیوی سب کچھ فراموش کیے خواب خرگوش کے مزے لے رہی تھی۔ اسکو اتنا پر سکون سوتا دیکھ کر اسکو مزید چڑ ہو رہی تھی کہ

"کتنی عجیب لڑکی ہے۔ مطلب کہ ایک اجنبی شخص کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ کر خواب خرگوش کے مزے لے رہی ہے جبکہ اسکو بالکل چوکس ہونا چاہیے۔" یہ کہتے ہوئے اس نے بھنویں آپس میں ملائیں اور بہت برا منہ کا زاویہ بنایا۔

''میں کتنی عجیب ہوں اس کا علم نہیں مجھے، ہاں مگر اب اتنی بھی بیوقوف نہیں ہوں کہ اپنے شوہر کے ساتھ جاتے ہوئے خود کو غیر محفوظ محسوس کروں اور پلیز اب اپنی یہ بڑبڑاہٹ ذرہ بند کرلو۔" آخری جملہ کہہ کر اس نے پھر سے آنکھیں بند کرلیں اور گاڑی کی سیٹ پر اپنا سر پھر سے ٹکادیا جبکہ اس قدر اچانک جوابی کارروائی پر مقابل کو حقیقت میں جھٹکا لگا کیونکہ "ابھی تو وہ سوئی ہوئی تھی پھر اٹھ کیسے گئی؟ اور اگر اٹھ بھی گئی تو کیا اسکی بڑبڑاہٹ اتنی اونچا تھی کہ اسکو سنائی دے گئی؟" اپنی اس سوچ کو پس پشت ڈالتے ہوئے اس نے کہا تو بس اتنا۔

''تم سوئی ہوئی نہیں تھی؟" داہم نے اب کہ اسکی طرف دیکھ کر سوال کیا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

گولڈن حجاب اور میچنگ نقاب میں بس اسکی ہلکی بھوری آنکھیں ہی واضح تھیں۔ رسٹ کلر کے لمبے فراک میں ملبوس وہ اسکو کافی سیدھی اور معصوم لگی تھی۔

''ہاں بھی اور نہ بھی۔" اس کے اس قدر نافہم جواب پر اس نے اسکو گھورا جیسے کہہ رہا ہو "کہ اس بات کا مطلب؟" اور مقابل کے تاثرات دیکھنے کے بعد اب کہ حور نے جواب دیا۔

''مطلب یہ کہ میں ابھی بات کرنا نہیں چاہتی تھی اس لیے سوچا تھوڑی دیر سو جاتی ہوں لیکن یہ جو تم بار بار واضح بڑبڑاہٹ کر رہے ہو اس سے کس کو نیند آئے گی؟" اب کہ اس نے سوال

داغا جبکہ مقابل تھوڑا سا خجل ہوا اور سوچا 'کیا واقعی اس نے ساری بڑبڑاہٹ سن لی؟ اگر سن بھی لی تو مجھے کیا؟ میں نے تو سچ بولا تھا۔ اب سچ بولنے پر کوئی پابندی تو نہیں ہے نہ۔' ابھی وہ یہ سوچ ہی رہا تھا کہ پھر سے دماغ نے کہا۔ 'ہاں سچ بولنے پر پابندی نہیں ہے لیکن سچ کو معقول انداز میں بولنا چاہیے۔' لیکن ابھی اس نے دماغ کی سوچ کو پھر سے لگام ڈالا اور پھر جواب دیا۔

''سہی سہی۔'' یہ کہہ کر اس نے اپنا دیہان پھر سے ڈرائیونگ پر کیا اور دماغ سے ابھی ساری فضول سوچوں کو جھٹکا جبکہ مقابل بھی اپنے پرانے کام میں پھر سے مشغول ہو گئی یعنی سونے کی کوشش کرنے لگی۔

اللہ اللہ کر کے سفر اپنے اختتام کو پہنچا جبکہ اس گفتگو کے بعد سفر بس خاموشی سے کٹا اور اس دوران حور سوئی ہوئی تھی۔ گھر آ چکا تھا اور اب کہ حور کی بھی آنکھ کھل گئی۔ داہم اپنی سیٹ بیلٹ کھول رہا تھا۔ گندمی رنگت والے چہرے پر ابھی سنجیدگی تھی۔ کالی آنکھیں ابھی بھی الجھی ہوئی معلوم ہوتی تھیں۔ حور نے ایک نظر داہم کو دیکھا اور پھر اپنی جانب کا دروازہ کھول کر باہر آ گئی۔ اتنی دیر میں داہم بھی گاڑی سے باہر آ چکا تھا اور پھر داہم کی تقلید میں حور نے بھی اندر کی جانب قدم بڑھا دیے۔

دو منزلہ مکان میں وہ داہم کی تقلید میں داخل ہوئی۔ سفید ماربل سے آراستہ برآمدہ اور اسکے تھوڑا سا آگے جا کر ٹی وی لاؤنج تھا جس کو صوفوں اور گرے روغن سے سجایا گیا تھا۔ اسی پورشن میں دو سیڑھیاں تھیں۔ ایک نیچے کو جاتی تھی اور ایک اوپر کو۔ ٹی وی لاؤنج کی دائیں طرف ایک اوپن کچن تھا۔ گھر کا ایک تفصیلی جائزہ لینے کے بعد اس نے اب داہم کو دیکھا جو کہ ٹی وی لاؤنج میں موجود صوفوں پر سے ایک صوفہ پر بیٹھ چکا تھا اور اب شاید نہیں یقیناً کچھ بولنے کے لیے الفاظ ڈھونڈ رہا تھا۔ ابھی وہ یہ سوچ رہی تھی کہ وہ کیا کہے گا کہ اسکی آواز گونجی۔ "بیٹھ جاؤ" یہ سنتے ہی حور جو کہ تھوڑی سی جذبز تھی داہم سے کچھ دور صوفہ پر بیٹھ گئی اور پھر داہم کی آواز اُبھری۔

"دیکھو میں یہ بات مانتا ہوں کہ میں نے تمہارے والد سے تمہاری حفاظت کا وعدہ لیا تھا لیکن میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ وہ اس طرح اچانک ہمارا نکاح بھی کروا دیں گے اور رخصتی بھی۔ یہ سب کچھ میرے لیے ان ایکسپیکٹڈ ہے اور شاید مجھے یہ ان رئیلسٹک بھی لگ رہا ہے اور یقیناً تمہارے لیے بھی اس صورتحال کو قبول کرنا مشکل ہو گا کہ کہاں تم اپنے والدہ کے قاتل کو پھانسی دلوانے آئی تھی اور کہاں تمہاری شادی ہو گئی وہ بھی تب جب کہ یہ کیس اپنے اختتام کو تقریباً پہنچ ہی چکا تھا۔ اس شادی کا اصل مقصد تمہاری حفاظت ہے ان لوگوں سے جنہوں نے تمہاری والدہ کو قتل کیا تھا اور میں اپنی پوری کوشش کروں گا کہ تمہیں تحفظ دے سکوں۔ باقی

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اس رشتے کی اصل وجہ ہم دونوں ہی جانتے ہیں تو اس پر ہم بات نہیں کرتے۔اگلے مہینے ان شاءاللہ یہ کیس ختم ہو جائے گا تو تب تم اور میں اپنی مرضی کر سکیں گے، لیکن ابھی ہمیں سمجھوتہ کرنا پڑے گا۔" اپنی ساری بات مکمل کرنے کے بعد اس نے حور کو دیکھا جو کہ زمین کو گھوری جا رہی تھی۔اندازہ لگانا مشکل تھا کہ کیا اس نے وہ ساری بات سنی ہے جو اس نے کہی ہے کہ وہ بس ہوا میں تیر چلاتا رہا ہے۔جب حور نے خود کو مقابل کی نگاہوں کی گرفت میں پایا تو اس نے جھکا ہوا سر اوپر کیا اور مقابل کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں اس ساری بات اور صورتحال کو پہلے سے ہی جانتی ہوں تو مجھے لگتا ہے کہ آپ نے اپنے الفاظ ضائع کیے ہیں۔" ابھی وہ گاڑی میں سوچ رہا تھا کہ وہ کتنی معصوم ہے اور اب اس نے اپنی اس سوچ پر لعنت بھیجی تھی جبکہ مقابل اس چیز سے بے خبر کہ وہ کیا سوچ رہا ہے بولی جا رہی تھی۔

"اگر آپ اتنی لمبی تقریر کی بجائے مجھے یہ بتا دیتے کہ کھانا کہاں پر ہے اور مجھے آرام کرنے کی غرض سے کس کمرے میں جانا چاہیے تو وہ زیادہ مفید ثابت ہوتا۔" مطلب وہ جو اتنی دیر سے اپنے دماغ میں مناسب الفاظ ترتیب دے رہا تھا وہ ساری محنت گئی تیل لینے! یہاں تو محترمہ کو کھانے

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اور آرام کی پڑی تھی۔ مطلب حد ہو گئی۔اس نے پھر سے خود کو لتاڑا کہ 'داہم تم ہی ڈنگر ہو!'اور پھر حور کو دیکھا جو کہ جواب طلب نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

"معزرت میرے ذہن میں نہ آیا کہ تمہیں بھوک بھی لگی ہو گی اور سفر کی تھکان بھی ہو گی تو ابھی اس ڈرائیگ روم سے ملحق واشروم سے فریش ہو جاؤ تب تک میں کھانا لگا دیتا ہوں۔"اپنی بات کہتے ہوئے اس نے ڈرائینگ روم کی طرف اشارہ کیا اور حور ساری بات سننے کے بعد اٹھ کر چل دی جبکہ اپنے ادا کیے گئے جملے پر اب وہ پھر سے حیران تھا کہ 'کیا مطلب؟ میں نے پھر سے بول دیا کہ میں کھانا لگا دیتا ہوں جبکہ مجھے کہنا چاہیے تھا کہ فریج میں کھانا پڑا ہے۔ گرم کر کے کھا لو اور اوپر والے کمرے میں جا کر آرام کر لو۔جب وہ خود اپنے لیے اتنی لاپرواہ ہے تو میں کیوں پرنس چارمنگ بن کر پرواہ کروں؟ مطلب کہ حد ہی ہو گئی!'

لیکن اب کیا ہو سکتا تھا؟ کچھ بھی نہیں کیونکہ تیر کمان سے نکل چکا تھا اس لیے اب بس وہ کھانا لگا ہی سکتا تھا اسلیے وہی کیا اور کچھ دیر میں حور بھی ڈائینگ ٹیبل پر موجود تھی۔داہم بھی کھانا لگا چکا تھا ۔میز پر چنوں کی بھنی ہوئی دال ایک باؤل میں موجود تھی اور ایک پلیٹ میں فروزن پراٹھے موجود تھے۔ پراٹھوں کو دیکھنے کے بعد بے ساختہ ہی حور کی زبان پھسلی۔

"رات کے وقت پراٹھے کون کھاتا ہے؟"

"تصحیح کریں محترمہ! پراٹھے نہیں فروزن پراٹھے۔"

"پراٹھے جو بھی ہوں سوال یہ ہے کہ رات کو کون کھاتا ہے؟ وہ بھی اس وقت!"

"انسان کھاتے ہیں۔ کیا آپ انسان نہیں ہیں؟ ویسے دیکھنے میں تو انسان ہی لگ رہی ہیں۔" اب کہ داہم نے بلواسطہ طور پر مقابل کو دیکھتے ہوئے کہا۔ گندمی رنگت پر ہلکا سا میک اپ ابھی بھی موجود تھا۔ ہلکی بھوری آنکھیں اب کہ نیند کے غلبے کی وجہ سے لال ہو رہی تھیں۔ بالوں کو ڈھیلے جوڑے میں باندھا ہوا تھا لیکن پھر بھی کچھ آوارہ لٹیں بار بار چہرے پر آ رہی تھیں۔ یہ کہتے ہوئے مقابل نے معصومیت سے کندھے اچکائے جبکہ مقابل نے اس بات پر بس اسکو گھورا جیسے سالم نگل لے گی لیکن پھر خاموشی سے کھانا کھانے لگ پڑی لیکن جب داہم کو ویسے ہی ٹیبل پر پایا تو پوچھ لیا۔

"آپ نے نہیں کھانا؟" بڑے تحمل سے پوچھا جبکہ اس طرح 'آپ' کہنے پر مقابل نے سوچا 'شاید بھوک زیادہ ہی سر کو چڑھ گئی تھی تب ہی اخلاق گھاس چڑھنے گیا تھا۔' پھر اپنی سوچ کو لگام ڈالا اور کہا

"میں اس وقت کھانا نہیں کھاتا۔" اس بات پر مقابل نے کندھے اچکائے اور آرام سے کھانا کھانے لگ پڑی۔ اس دوران داہم بے خیالی میں بس اسکو کھانا کھاتے ہوئے دیکھ رہا تھا جبکہ مقابل کی زبان پر پھر سے کھجلی ہوئی۔

"اگر بھوک ہے تو کھانا کھالو لیکن مجھے اس طرح گھور کر نظر نہیں لگاؤ" اتنے بروقت حملے پر داہم تھوڑا سا خجل سا ہوا لیکن پھر کندھے اچکائے۔ کچھ ہی دیر میں وہ کھانا کھا کر بھی فارغ ہو چکی تھی اور اب وہ برتن اٹھا رہی تھی جبکہ داہم اپنے فون پر لگا ہوا تھا۔ برتن اٹھا کر دھونے کے بعد اس نے پھر سے داہم کو مخاطب کیا۔

"میرا کمرہ؟" وہ جو فون کم استعمال کر رہا تھا اور نیند کے جھونکے زیادہ لے رہا تھا، خود کے مخاطب کیے جانے پر اس نے اپنا سر اٹھایا اور جب سوال سمجھ میں آیا تو جواب دیا۔

"آؤ میں لے چلتا ہوں۔" یہ کہہ کر اس نے ٹی وی لاؤنج کی لائیٹس بند کیں اور اوپر والی سیڑھیوں کی جانب چل پڑا۔

اوپر بھی ایک صحن تھا جس کی دیواروں پر ہلکا اور گاڑھا گرے رنگ کا روغن تھا۔ اس صحن میں بیٹھنے کے لیے ایک صوفہ سیٹ تھا اور کچھ کرسیاں، جن کو ایک ترتیب سے لگایا گیا تھا۔ اس وجہ

سے صحن بھی کشادہ لگ رہا تھا۔اسی صحن کے ساتھ تین کمرے ملحق تھے۔وہ ان میں سے ایک کمرے میں گیا اور حور نے بھی تقلید کی لیکن جب وہ کمرے میں داخل ہوئی تو بالکل سامنے والی دیوار پر داہم کی لگی بڑی سی تصویر نے اس کا استقبال کیا۔

"ابھی اس گھر میں بس ایک ہی کمرہ فرنشڈ ہے اور وہ میرا ہی کمرہ ہے۔" حور کو سمجھ میں آ چکا تھا کہ کمرہ شئیر کرنا پڑے گا تو فوراً بولی۔

"مجھے اپنی چیزیں شئیر کرنے کی عادت نہیں ہے." اس نے احتجاج کیا۔ جس پر مقابل نے دلچسپ نگاہوں سے دیکھا

"سب سے پہلی بات محترمہ مجھے بھی اپنی چیزیں شیئر کرنے کی عادت نہیں ہے۔دوسری بات یہ کمرہ میرا ہے اور میں نا چاہتے ہوئے بھی شئیر کر رہا ہوں اور اس سے پہلے ایک اور احتجاج بلند ہو کہ ادھر صوفہ نہیں ہے تو پھر بتا دیتا ہوں میں آدم خور نہیں ہوں بلکہ ایک مہذب انسان ہوں اور مجھے حرام چیزیں کھانے کا بھی شوق نہیں ہے۔ سمجھ رہی ہیں نہ آپ کہ انسانی گوشت حرام ہے تو میں اس طرح بندے بھی نہیں کھاتا۔لہذا اب مجھے آپکے شور کی آواز نہ آئے کیونکہ میں تھک چکا ہوں اور اب آرام کرنا چاہتا ہوں۔" یہ کہتے ہوئے وہ بیڈ کی ایک سائیڈ پر سونے کی غرض سے لیٹ گیا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"ہونہہ! ٹی وی لاؤنج میں صوفے، ڈرائینگ روم میں صوفے، حتی کہ اوپر صحن میں بھی صوفے۔ نہیں ہیں تو بس اپنے کمرے میں نہیں ہیں!" اب کہ بڑبڑانے کی باری حور کی تھی۔

"اپنی بڑبڑاہٹ بند کر دو اور ساتھ ہی لائیٹس بھی آف کر دو۔" یہ کہہ کر مقابل نے پھر سے چادر منہ تک لے لی جبکہ حور دانت پیستی رہی لیکن کوئی آپشن نہ تھا۔ یا تو سو جاتی یا پھر جاگتی رہتی۔ اس صورتحال سے نپٹنے کے لیے ایک مکمل نیند لینا ضروری تھا اس لیے لائیٹس بند کرنے کے بعد وہ بھی سونے کے لیے لیٹ گئی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

وہ جیسے سونے کے لیے لیٹی تو تب سے ضبط کیے آنسو اب کہ گال پر آ گیا جسکو اس نے بے دردی سے صاف کیا اور اپنی آنکھیں بند کیں لیکن آنکھیں بند کرتے ہی ماضی کی کہانی شروع ہو چکی تھی۔

مصطفی صاحب کا تعلق ایک متوسط طبقے سے تھا۔ وہ اپنے والدین کی اکلوتی اولاد تھے۔ ان کے والدین نے اپنی حیثیت سے بڑھ کر انکی عالیشان پرورش کی۔ بچپن سے لے کر انکو ہر چیز شاندار ملی۔ پھر چاہے وہ کھلونا ہو، تعلیم ہو یا کپڑے۔ انکے والد متوسطہ طبقے سے تعلق رکھنے کے باوجود اپنے اکلوتے بیٹے کی ہر ضرورت اور فرمائش کو پورا کرتے۔ وہ بھی اپنے والدین کی خوب عزت کرتے اور ہر بات مانتے۔ لڑکپن سے لے کر جوانی تک کا سفر بھی انتہائی خوشنودی سے کٹا۔ پیشے کے اعتبار سے مصطفی صاحب ایک کمپیوٹر انجینئر تھے۔ زندگی بہت سکون سے گزر رہی تھی کہ ایک دن مصطفی صاحب کے والد اصغر علی خان کے ایک بہت ہی عزیز دوست کی وفات ہو گئی اور انہوں نے اپنی وفات سے چند لمحہ پہلے اپنی اکلوتی اولاد حورین جو کہ پیشے کے اعتبار سے وکیل تھیں کا نکاح اپنے دوست کے بیٹے مصطفی سے کروا دیا۔ مصطفی صاحب نے اس بات پر بہت بھونچال مچایا کہ وہ یہ شادی نہیں کر سکتے وہ کسی اور کو پسند کرتے ہیں لیکن انکا اتنا شور مچانا کسی خاطہ میں نہ آیا اور آخر میں انکو بہت سی ایموشنل بلیک میلنگ کے ذریعے نکاح کے لیے راضی کیا لیکن جب وہ دل سے ہی اس رشتے کے لیے راضی نہ تھے تو ان سے اس رشتے کے متعلق کسی بھی قسم

Clubb of Quality Content
novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

کی توقعات رکھنا سرے سے ہی بیو قوفی تھا۔ خیر اتنے سارے فیملی ڈرامہ کے بعد انکی شادی کر دی گئی اور انہوں نے بھی سوچ رکھا تھا کہ اب اس ساری صورتحال کو کیسے سنبھالنا ہے

ابھی کچھ دیر پہلے ہی حورین مصطفی صاحب کے نکاح میں آئیں تھیں کہ مصطفی صاحب نے انکو ساری صورتحال سے آگاہ کیا کہ کس طرح انکو بلیک میل کیا گیا ہے۔

''حورین میں تمہیں کسی غلط فہمی میں مبتلا نہیں کرنا چاہتا اس لیے پہلے ہی بہت سی باتیں کلئیر کرنا چاہوں گا۔ میں اپنی ایک کولیگ کو پسند کرتا ہوں اور اس سے شادی کا خواہشمند بھی ہوں۔ میں یہ بات اپنے والدین کو بتانے والا تھا کہ جب تمہارے والد کی طبیعت خراب ہو گئی اور اس طرح میں انکو نہ بتا پایا لیکن جب نکاح کا کہا گیا تھا تو بھی میں نے بہت شور مچایا لیکن سب بے سود تھا۔ آخر پر میں نے سوچا کہ میں تمہیں بتاؤں گا کیونکہ تم پریکٹیکل لڑکی ہو اور چونکہ ہم ایک دوسرے کو بچپن سے ہی اپنی مشکلات کا بتاتے آئے ہیں اس لیے مجھے یہ مناسب لگا۔ تم اپنے

جذبات کو ایک طرف رکھ کر اپنے دماغ سے کام لو گی۔" انہوں نے اپنی بات انتہائی الجھے ہوئے انداز میں مکمل کی اور اب وہ مقابل کے بولنے کے منتظر تھے۔

حورین پیشے کے لحاظ سے ایک وکیل تھیں۔ خود مختار بھی تھیں اور ہمیشہ سے انہوں نے اپنی زندگی کا ایک اصول بھی بنایا ہوا تھا **جو چیز تمہارے لیے نہیں ہے اسکے پیچھے بھاگنا بس ایک بیوقوفی** ہے۔ اپنی اسی اصول کے تحت انہوں نے جواب دیا

"مصطفیٰ صاحب یہ نکاح جتنا غیر متوقع آپ کے لیے ہے اتنا ہی میرے لیے بھی تو اتنے غیر متوقع رشتے میں والہانہ پن کا نہ ہونا ایک نارمل سی بات ہے۔ آپ کو میری طرف سے کوئی بھی پریشانی نہیں ہو گی کیونکہ میں بس چند دن ہی یہاں رہوں گی اور پھر میں اپنا انتظام بھی کر لوں گی۔ آپکو مجھے بس چند دن ہی برداشت کرنا پڑے گا اور اگر ہم چاہتے ہیں کہ یہ دن سکون سے گزر جائیں تو ہمیں چاہیے کہ ہم ایک دوسرے کے ساتھ نائیسلی بیہو کریں۔" حورین کو بھی اپنا ہم خیال پانے کے بعد مصطفیٰ صاحب کو اطمینان ہوا۔

وقت کا پہیہ پھر سے سکون سے چلتا گیا۔ زندگی اپنے معمول پر تھی اور ایک مہینے کا عرصہ اکھٹا رہنے کے بعد مصطفیٰ کو حورین کی عادت سی ہو گئی۔ صبح سویرے حورین کو دیکھنا پھر اس سے بات بے بات الجھنا اور پھر حورین کی پوری دن کی روداد سننا اور اپنی بات کہنا۔ ان سب کی وجہ سے

مصطفٰی صاحب کو حورین کی عادت ہو گئی تھی۔جب ایک دفعہ پھر سے بھونچال حورین کے مطالبے سے آیا جو کہ انہوں نے اپنے سسر سے کیا تھا۔

"مجھے کچھ دن شہر سے باہر جانا ہے۔میرا ایک کیس ہے اسی سلسلے میں۔مجھے اس بات کا بالکل بھی اندازہ نہیں ہے کہ اس کیس کو سولو کرنے کے لیے کتنا وقت درکار ہے لیکن اس سارے عرصے میں مجھے آپ سب سے دور رہنا ہے تا کہ ہم سب محفوظ رہ سکیں۔" انکی پوری بات سننے کے بعد اصغر صاحب نے انکی آخری بات پر نا فہم انداز میں دیکھا تو انہوں نے مزید وضاحت کی۔

"میں جو کیس اب لڑ رہی ہوں وہ ایک خطرناک کیس ہے۔بہت سے مشہور لوگ اس کیس میں ملوث ہیں۔یہ کیس کافی سنگین نوعیت کا ہے وہ اس طرح کیونکہ ایک نامور این جی او سے بچے غائب ہو رہے ہیں اور اس میں بہت سے مشہور لوگ بھی ملوث ہیں اور وہ اب مجھے بعض رکھنے کے لیے مجھ سے جڑے ہر شخص کو تکلیف اور اذیت پہنچائیں گے۔اپنے بابا کو کھو چکی ہوں اب اپنے محسن کو نہیں کھونا چاہوں گی۔ویسے بھی یہ نکاح اتنی جلدی ہوا تھا کہ ہمارے علاوہ کسی کو بھی علم نہیں اور ایک طرف سے یہ بات بہت اچھی بھی ہے کہ آپ سب محفوظ رہیں گے لیکن مجھے جانا ہو گا اور امید کرتی ہوں کہ آپ میرا ساتھ دیں گے۔" اس نے اب کہ بھوری آنکھوں میں امید لیے اپنے سسر کو دیکھا جنہوں نے ایک گہرا سانس لیا۔

نوولز کلب
Clubb of Quality Content

"یہ ایک سنگین کیس ہے۔ تمہیں یہ نہیں لینا چاہیے تھا۔" انہوں نے اب کہ ذرہ تاسف سے کہا
۔

"معزرت کے ساتھ لیکن مجھے میرے والد نے ہمیشہ حق کا ساتھ دینے کی تربیت دی ہے اور اب میں اتنے سنگین کیس کو بس اس وجہ سے نہیں چھوڑ سکتی کہ اس میں میری جان کو خطرہ ہے۔ امید کرتی ہوں آپ مجھے سمجھیں گے۔" اب کہ پھر سے اس نے تفصیل سے جواب دیا۔

"جب تم اتنا پختہ ارادہ کر چکی ہو تو میں تمہیں روکوں گا نہیں بلکہ ساتھ دوں گا لیکن ایک دفعہ مصطفی سے بھی بات کر لو۔" اب کہ انہوں نے حامی بھرتے ہوئے کہا اور حورین پہلے تو لمحے بھر کو خاموش ہوئی لیکن پھر اس نے جواب دیا۔

"اسکو اس ساری بات کا علم ہے اور وہ میرا ساتھ دے رہا ہے۔ بس آپ سے ایک وعدہ چاہیے ۔" اب کہ اس نے پھر سے امید لیے پوچھا۔ جس پر اصغر صاحب نے سوالیہ نظروں سے دیکھا

"آپ مصطفی کی شادی اسکی پسند سے کر دیں۔ میں لاعلم نہیں ہوں کہ آپ نے اسکو بلیک میل کیا تھا جبکہ آپکو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ اپنی بلیک میلنگ کی وجہ سے آپ نے میرا اور مصطفی کا وہ تعلق بھی مشکل میں ڈالا جس کے ذریعے ہم ایک دوسرے سے بالکل فلٹر فری ہو کر بات کرتے

تھے اور اپنی پریشانیوں کو حل کرتے تھے۔" اس نے سمجھانا چاہا کہ یہ تعلق بس ایک سراب ہے اور کچھ بھی نہیں لیکن اصغر صاحب اب کہ چڑھ گئے۔

"میاں بیوی ہو کر تم دونوں ایک دوسرے کے ساتھ فلٹر فری ہو کر بات نہیں کر سکتے لیکن رشتے دار کی حیثیت سے کر سکتے تھے۔ یہ اوٹ پٹانگ باتیں نہ کیا کرو مجھ سے۔" انہوں نے ناک بھنویں سکوڑیں جس پر وہ بے اختیار ہنس دی۔

"اگر آپ چاہتے ہیں کہ میں وہاں جا کر آپ سے رابطے میں رہوں تو آپکو یہ کرنا پڑے گا۔" اب کہ اس نے بھی انہی کا انداز اپنایا جس پر بہت بحث کرنے کے بعد آخر وہ بھی مان گئے اور وہ بھی خوش ہو گئی۔ اب پتا نہیں وہ دل سے خوش تھی یا نہیں لیکن لگ تو ایسے ہی رہا تھا۔

"مجھے کل نکلنا ہے تو میں اب تیاری کر لوں۔" یہ کہتے ہوئے وہ اٹھ کر اپنے کمرے میں آ گئی اور مصطفی جو کہ کب سے خاموشی سے ڈرائینگ روم کے باہر سب کچھ سن رہا تھا اب کہ اپنے والد کے سر پر تھا۔

"آپ نے کتنی آسانی سے اسکی ہر بات مان لی جبکہ میں نے پتا نہیں کتنی دیر آپ کا دماغ کھایا ہر الٹی حرکت کی میری تو ایک نہ سنی اور پکڑ کر نکاح کروا دیا۔ میں کہتا رہا میرے اور حورین کے

درمیان دوستی تک نہیں ہے، ہماری ہم آہنگی نہیں ہے، لیکن نہیں میری تو سننی نہیں۔" وہ آج پھر سے بے انتہا جھنجھلاہٹ کا شکار تھا بالکل اسی دن کی طرح جب اسکا نکاح تھا۔ اسکی ساری بات سننے کے بعد اس کے والد نے کہا تو بھی کیا۔

"مجھے اب تمہارا مسئلہ سمجھ نہیں آ رہا، تمہیں تو خوش ہونا چاہیے کہ تمہاری خواہش پوری ہو رہی ہے اپنی پسند کے نکاح کی۔" اب کہ اصغر صاحب جھنجھلائے تھے۔

"کہنے کو تو آپ حضور میرے والد ہیں لیکن اتنا بھی نہیں جانتے کہ اگر مجھے واقعی کوئی پسند ہوتا تو آپ میرے حلق میں انگوٹھا رکھ کر بھی میرے انکار کو اقرار میں نہیں بدل سکتے تھے۔" جبکہ اسکی یہ بات سن کر مقابل کی بھنویں سکڑیں 'کہ کیا مطلب؟' جس پر اس نے وضاحت کی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

"مطلب یہ کہ مجھے کوئی پسند ہی نہ تھا۔ وہ تو میں آزاد خیال بندہ تھا اور شادی میرے نزدیک ایک قید تھی اور میں قید نہیں ہونا چاہتا تھا اس لیے میں نے اپنے دوست کو ساری بات بتائی اس نے کہا کہ جھوٹ بول لے کہ تجھے کوئی پسند ہے اس طرح تمہارے ساتھ زبردستی نہیں ہوگی۔ میں نے اس کی بات مان لی کیونکہ مجھے یقین تھا کہ آپ میری پسند کو ترجیح دیں گے لیکن آپ نے ایسا نہ کیا۔ پھر میں نے اس تعلق سے آزادی کے لیے بنا سوچے سمجھے حورین کو نکاح والے دن یہ سب جھوٹی کہانی بتائی اور اس نے بھی یقین کر لیا کیونکہ ہم دونوں ہمیشہ سے ہی ایک دوسرے کو

اپنے مسائل بتاتے تھے اور اس طرح میں نے سارا رائتہ پھیلا دیا لیکن اب میں اس تعلق کو ختم نہیں ہونے دینا چاہتا۔" آخری بات کہتے ہوئے وہ گرنے کے انداز پر صوفہ میں بیٹھا۔ جبکہ ساری بات سننے کے بعد اصغر صاحب نے بیٹے کو گھورا اور کہا۔

"میں شروع دن سے ہی واقف تھا۔ میں نے تمہارے اور تمہارے اس گدھے دوست کی ساری بات سن لی تھی اس لیے میری کان پر ایک جوں بھی نہ رینگی لیکن جو تم نے حورین کے ساتھ جھوٹ بولا وہ سب سے گھٹیا حرکت کی ہے تم نے اور اب تمہیں ہی اسکا حل نکالنا ہوگا۔ میں کچھ نہیں کر سکتا۔ تم اگر روک سکتے ہو تو روک لو۔" پھر انہوں نے کندھے اچکائے جبکہ مصطفی نے بے اختیار ہی اپنا دایاں ہاتھ اپنے بالوں میں پھیرا اور اب کہ اپنے کمرے کی جانب رخ کیا۔

ابھی اس نے ایک قدم اندر رکھا ہی تھا کہ حورین جو اپنے کپڑے سیٹ کر رہی تھی اسکی طرف دیکھے بغیر بولی۔

"تمہاری وکالت کر آئی ہوں اور مقدمہ بھی جیت لیا۔" اس نے چمکتی آنکھوں سے کہا جبکہ وہ سنجیدہ نظروں سے اسے دیکھتا رہا۔ سمجھ نہ آیا کہ بات کہاں سے شروع کرے تو کیس کے متعلق بات کرنے لگا۔

"تم نے مجھے کیوں نہیں بتایا اس کیس کے متعلق؟"اب کہ اس نے سوال کیا۔

"اس میں اتنا سنجیدہ ہونے والی کیا بات ہے؟"اس نے لاپرواہی سے کندھے اچکائے۔

"یہ کیس سنگین ہے اور اتنی خطرناک صورتحال ہے تم نے مجھے بتایا بھی نہیں جبکہ ہم ایک دوسرے سے ہمیشہ فلٹر فری ہو کر ہی بات کرتے ہیں۔۔ تم نے مجھے مایوس کیا ہے۔"وہ اب بھی سنجیدہ تھا۔

"تم اپنی الجھنوں میں بہت الجھے ہوئے تھے تو میں تمہیں مزید کیا الجھاتی۔ویسے بھی میں نے پہلے دن ہی بتایا تھا کہ میں چند دن ہی رہوں گی اور اب اس مدت کا دورانیہ ختم ہو چکا ہے۔ صبح میں نے جانا ہے تو اب تمہیں چاہیے کہ میری خاطر داری کرو آخر کو میں مہمان ہوں۔"اب کہ اس نے ماحول کو لائٹ کرنا چاہا۔

"تم وہاں جا کر رابطے میں رہو گی۔ ضرورت پڑنے پر مجھ سے رابطہ کرو گی۔"اس نے پھر سنجیدگی اختیار کی جبکہ اس بات پر حورین نے شرارتی لہجے میں کہا"کہیں تمہاری ہونے والی بیگم برا نہ مان جائے۔"لہجہ شرارتی تھا لیکن دل میں ایک درد سا اٹھا تھا لیکن ظاہر نہیں کرنا چاہتی تھی جبکہ اس بات پر مقابل نے کہا۔

"جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے تم میری ہو چکی بیگم ہو" اس نے پھر سنجیدگی سے کہا جبکہ حورین کو اب کہ یہ سنجیدگی ٹھٹھکی۔

"کیا ہو گیا ہے؟ اتنا سنجیدہ کیوں ہو رہے ہو؟" اب کہ مقابل بھی سنجیدہ ہوئی۔

"میں نہیں جانتا لیکن اگر یہ بات مجھے تم اس دن بتاتی جس دن تم میرے نکاح میں آئی تھی تو شاید میری کیفیت مختلف ہوتی لیکن اب مجھے خود اپنی کیفیت کی سمجھ نہیں آ رہی۔ میں وہی انسان ہوں جس نے پہلے دن ہی اس بات کا دعویٰ کیا تھا کہ ہمارے تعلق میں میری پسندیدگی شامل نہیں ہے لیکن اب میں کہنا چاہوں گا کہ اب ان آنکھوں کو تمہارے علاوہ کوئی بھی نہیں پسند۔ مجھے بس اتنا معلوم ہے کہ مجھے تم سے انسیت ہو گئی ہے، عقیدت ہو گئی ہے۔ مجھے تمہاری عادت ہو چکی ہے۔ میں تم پر اپنی مرضی مسلط نہیں کرنا چاہوں گا لیکن اتنا ضرور چاہوں گا کہ تم اس رشتے کو ایک موقع دو۔" جب وہ شخص بولنے پر آیا تو بولتا ہی چلا گیا جبکہ مقابل بلکل گنگ ہو گئی۔ یہ اعتراف سن کر مقابل تو بالکل ساکت ہو چکی تھی۔ اس نے تو کبھی نہیں سوچا تھا کہ جس تعلق کو وہ سراب سمجھ رہی تھی وہ سراب نہیں تھا بلکہ حقیقت تھا۔ وہ چند لمحے تو کچھ نہ بول پائی۔ پھر جب بولنے کے قابل ہوئی تو بولی۔

"تم مجھے کمزور کر رہے ہو!" اسکی آواز باقاعدہ کپکپائی لیکن مقابل نے جیسے سننا ہی نہیں وہ اپنی دھن میں بولے جا رہا تھا۔

"کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ تم نہ جاؤ؟ میں یہ نہیں کہہ رہا کہ تم اس کیس کو ہینڈل نہ کرو میں بس اتنا کہہ رہا ہوں کہ تم دوسرے شہر نہ جاؤ۔ کوئی ضرورت نہیں اپنے تعلق کو چھپانے کی کیونکہ تم میرے نکاح میں ہو۔ سب گواہوں کی موجودگی میں میں نے تمہیں اپنایا تھا تو تمہاری حفاظت کرنا میرا فرض ہے۔" اپنی بات مکمل کرنے کے بعد وہ تھک کر صوفہ پر بیٹھ گیا جبکہ مقابل بولی تو بس اتنا۔

"کیا میں واپس آکر اس رشتے کو موقع نہیں دے سکتی؟" شاید اسے وقت درکار تھا اس سب کو ایک نئے سرے سے قبول کرنے کے لیے۔

"جانے والے کم ہی واپس آتے ہیں۔" اس جواب پر اسکو مایوسی ہوئی تھی لیکن پھر اس نے اپنی بات جاری رکھی۔ "میں تم پر زبردستی نہیں کروں گا۔ تم جو فیصلہ کرو گی میں تمہارے ساتھ ہوں لیکن مجھے خوشی ہو گی اگر تم میری خواہش کا احترام کرو۔" اس نے اب کہ ایک لمبا سانس خارج کیا اور جواب طلب نظروں سے حورین کو دیکھا لیکن ان آنکھوں میں امید بھی تھی، التجا بھی تھی جبکہ حورین نے اپنی بھوری آنکھیں بس ایک لمحہ کہ ملائیں پھر جھکا لیں۔ کچھ لمحے

خاموشی کے نذر ہوئے۔ حورین بہت سے جذبات سے روشناس ہوئی تھی۔ اسکو سمجھ نہیں آرہا تھا کہ کس جذبے کو غالب آنے دے۔ یہ ساری صورتحال بالکل غیر متوقع تھی لیکن ہر لڑکی کی طرح اسکی بھی ایک خوبصورت آشیانے کی خواہش نے غلبہ پایا اور اپنی تمام منفی باتوں کو ایک طرف رکھا اور اگلے چند لمحوں میں اس نے ایک بہت ہی اہم فیصلہ لیا اور پھر چند لمحے بعد حورین کی آواز اُبھری۔

"میں اس تعلق کو ایک موقع دوں گی۔" اس کے الفاظ نے جیسے مصطفی کو ایک نئی اور خوشحال زندگی کی نوید سنائی۔ وہ ابھی بھی کہہ رہی تھی۔

"میں اس بات سے بھی واقف ہوں کہ جانے والے بہت کم واپس آتے ہیں یا تو آتے ہی نہیں۔ اس کے دماغ میں اسکے والد کا چہرہ گھوما جو کہ اب کبھی واپس نہیں آئیں گے۔ اس لیے میں اس تعلق کو ادھر تمہارے ساتھ رہ کر ہی موقع دوں گی۔ مجھے اُمید ہے کہ یہ تعلق مجھے کبھی کمزور نہیں پڑنے دے گا۔"

"میں ہر حال میں تمہاری طاقت بنوں گا۔"

"پر تمہیں تو مجھ سے محبت ہی نہیں ہے۔"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

''محبت عقیدت اور انسیت کے بغیر نامکمل ہوتی ہے۔'' یہ کہتے ہوئے اس نے مقابل کا ہاتھ تھاما اور اس کو خود سے لگایا۔

''پر تم تو کسی اور سے محبت کے دعویدار تھے؟''

''ہاہ! لمبی کہانی ہے لیکن بس اتنا جان لو کہ وہ سب بس اس تعلق کو قبول کرنے کے لیے جھوٹ تھا تاکہ میں ہمیشہ آزاد رہ سکوں لیکن شاید مجھے یہ عمر بھر کی قید زیادہ عزیز ہو گئی ہے۔'' اس نے ایک لمبا سانس نکالتے ہوئے کہا۔

''تم اس تعلق کو قید کہہ رہے ہو۔'' حورین نے اسکی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

''ہاں نہ اب ساری زندگی میں بس تم سے ہی وفادار رہوں گا تو قید اس لحاظ سے کہا۔'' اس نے ذرہ مسکراتے ہوئے کہا۔

''اب تم اپنا دفاع کر رہے ہو جبکہ وکیل میں ہوں۔'' اس بات پر مصطفیٰ کا قہقہہ گونجا پھر اس نے کہا۔

''اب وکیل صاحبہ کے ساتھ رہنے کے لیے ٹرین ہونا ضروری ہے'' جبکہ اس بات پر حورین بھی مسکرا دی۔ پھر کچھ دیر بعد مصطفیٰ کی آواز اُبھری۔

"تم میرا قیمتی سرمایہ ہو اور میرے دل اور گھر پر حکمرانی کرنے والی سب سے پہلی اور آخری عورت ہو۔" یہ کہتے ہوئے اس نے مقابل کو اپنے ساتھ صوفہ پر بٹھایا اور اب وہ دونوں ہی پتا نہیں کون کون سی باتیں کرنے میں مشغول تھے۔

زندگی کا سفر اب کہ دونوں کے لیے ہی زیادہ خوبصورت ہو گیا تھا۔ حورین اس کیس کو بھی سولو کر رہی تھی اور مصطفیٰ اسکا بھرپور ساتھ دے رہا تھا۔ وقت کا پہیہ گزرتا جا رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حورین پر اپنا کرم کیا۔ یہ خبر سن کر تو جیسے مصطفیٰ خوشی سے جھوم اٹھا جبکہ اصغر صاحب بھی بے انتہا خوش تھے۔ مصطفیٰ کا دل کر رہا تھا کہ وہ چیخ چیخ کر سب کو بتائے لیکن اپنی اس خواہش کا گلہ دباتے ہوئے اس نے سب سے پہلے اپنے رب کے حضور شکر کا سجدہ کیا۔

"تم نے مجھے بہت حسین تحفہ دیا ہے حورین۔" مصطفیٰ نے حورین کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا جس پر حورین مسکرا دی لیکن پھر سے سنجیدہ ہوئی۔

"اگر میں تم سے کچھ مانگوں تو تم مجھے دو گے ؟"اس نے بہت سنجیدگی سے کہا جبکہ اس بات پر مصطفیٰ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"خادم کی جان بھی حاضر آپ حکم کریں محترمہ۔"

"نہیں جان نہیں چاہیے ایک وعدہ چاہیے۔"جبکہ اس بات پر مقابل ذرہ سنجیدہ ہوا اور سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"تم مجھے اس کیس کو لڑنے سے منع نہیں کرو گے چاہے جتنا مرضی بھی خطرہ نہ ہو۔ تم میری طاقت بنو گے۔"اس نے یہ کہتے ہوئے اپنی ہتھیلی آگے بڑھائی۔ مصطفیٰ نے کچھ پل سنجیدگی سے اسکو دیکھا پھر اسکی بڑھی ہوئی ہتھیلی تھام لی اور کہا۔

"میں ہمیشہ سے تمہاری طاقت بنوں گا۔ یہ تعلق کبھی بھی تمہیں کمزور نہیں ہونے دے گا بلکہ ہمیشہ سے تمہیں پہلے سے زیادہ طاقتور بنائے گا۔"یہ کہتے ہوئے اس نے حورین کو ماتھے پر بوسہ دیا اور اپنے ساتھ لگا لیا۔

ناول کلب
Clubb of Quality Content

وقت کو تو جیسے پنکھ لگ گئے اور تقریباً پورے سال کی محنت رنگ لائی اور اللہ کر کے اس کیس کی سنوائی کی تاریخ بھی مل گئی۔اس دوران حورین کو کافی بار جان سے جانے کی دھمکی بھی موصول ہوئی لیکن وہ اپنے موقف سے نہ ہٹی کہ ان کالی بھیڑوں کو اپنے انجام کو پہنچنا چاہیے۔ اس سارے عرصے میں مصطفیٰ نے بھی اس کیس کے متعلق ہر طرح سے مدد کی۔حورین کو ہر طرح سے تحفظ دیا اور ہر مشکل سے مشکل اور کمزور موقع پر اسکو حوصلہ اور طاقت دینے کے لیے موجود رہا۔کل اس کیس کی سنوائی تھی اور آج وہ دونوں باتیں کر رہے تھے۔

"تمہیں پتا ہے حورین مجھے تم پر بہت فخر ہے اور میں اپنے رب اور اپنے والد کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے تمہیں میرے لیے چنا۔" وہ آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"تمہیں پتا ہے مصطفیٰ میں نے زندگی میں پہلی بار کوئی فیصلہ جذبات میں آ کر لیا تھا کہ میں اس رشتے کو ایک اور موقع دوں گی اور مجھے لگتا ہے کہ یہ فیصلہ میری زندگی کا سب سے خوبصورت ترین فیصلہ تھا۔تم نے اپنا ہر ایک قول پورا کیا۔تم ہمیشہ میری طاقت بنے رہے۔کبھی میرے پر اپنی مرضی مسلط نہیں کی۔ہر موقع پر میری ڈھال بنے رہے۔تمہیں پتا ہے"۔وہ ایک لمحے کو رکی پھر بات جاری کی "تم نے مجھے بہت اعتماد دیا ہے۔میرے بابا کے بعد تم وہ مرد ہو جس نے مجھے مان دیا، میرا احترام کیا۔مجھے عزت دی۔سب سے بڑھ کر مجھے ایک قیمتی سرمایہ سمجھا۔کبھی

بے مول نہیں ہونے دیا۔"وہ فرط جذبات میں بولی جا رہی تھی اور مصطفی بس محو سا سنے جا رہا تھا

"میں اپنے رب کا جتنا شکر کروں اتنا کم ہے کہ اس نے مجھے اتنے خوبصورت مرد سے نوازا کہ جس نے کبھی میری آنکھوں کی چمک ماند نہیں پڑنے دی۔ جس نے کبھی میرے دل کو مرجھانے نہیں دیا بلکہ ہمیشہ اپنی محبت سے اسکو ایک جاندار پھول کی طرح رکھا۔میں اس کیس کے بعد بس تمہارے اور اپنی آنے والی اولاد کے ساتھ ایک مکمل اور بھرپور زندگی گزاروں گی۔"یہ کہتے ہوئے اس کی آنکھوں میں نمی تھی پھر اس نے مصطفی کا دایاں ہاتھ تھاما اور اس پر بوسہ دیا اور اسکے گلے لگ گئی۔یہ حورین کی جانب سے کیے جانے والا سب سے پہلا اعتراف تھا اور اس اعتراف پر مصطفی کی روح بھی شاد ہو گئی تھی۔

"تمہیں پتا ہے حورین تم نے میرے وجود کو مکمل کیا ہے میں کیسے تمہیں بے مول کر دیتا؟ مجھے فخر ہے تم پر کہ تم نے ہمیشہ حق کا ساتھ دیا بلکہ مجھے تو خود پر بھی فخر ہوتا ہے کہ میرا قیمتی سرمایہ تم ہو۔"یہ کہتے ہوئے اس نے حورین کا سر تھپتھپایا۔

آج کیس کی سنوائی تھی۔آج اتنی دیر سے کی جانے والی محنت کا پھل سامنے آنا تھا۔جہاں حورین پرامید تھی وہیں اسکو ایک ڈر بھی تھا لیکن پھر جیسے مصطفیٰ نے اسکا ہاتھ تھاما اور یقین دلوایا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔

''تم نے جتنی محنت اور کوشش کرنی تھی تم نے کر دی۔اب فیصلہ عدالت کرے گی۔انصاف بھی عدالت ہی کرے گی۔بس اللہ پر توکل رکھو۔میں تمہارے ساتھ ہوں۔" یہ کہتے ہوئے وہ دونوں ہی عدالت میں داخل ہوئے۔

عدالت میں تو معمول سے ہٹ کر گہما گہمی تھی وجہ سادہ تھی کہ آج مشہور و معروف شخصیات کی بھی پیشی تھی۔میڈیا کا بھی شور تھا اور وہ پراعتماد قدم اٹھاتے ہوئے عدالتی کمرے میں داخل ہوئی۔

سارے ثبوت ان شخصیات کے خلاف تھے۔گواہ بھی موجود تھے۔حورین کی طرف سے ہر چیز بالکل تیار تھی۔ساری سنوائی کے بعد جس لمحے فیصلہ ہونا تھا اب وہ لمحہ بھی آن پہنچا تھا۔اب عدالتی کمرے میں بس جج کی آواز گونج رہی تھی۔

''تمام گواہان کی موجودگی میں عدالت یہ فیصلہ سناتی ہے کہ "حورین اور مصطفیٰ دونوں کے دل دعا گو تھے کہ فیصلہ حق پر ہو" عباس صاحب اور ان کے احباب پر جو سنگین الزامات لگائے گئے ہیں وہ سب بے بنیاد ہیں اور انکو عزت سے بری کیا جاتا ہے۔" یہ الفاظ نہیں تھے بلکہ پگھلا ہوا سیسہ تھا جو کہ وہاں پر موجود ان لوگوں کے کانوں میں انڈیلا گیا تھا جو کہ حق پر تھے۔ حورین کا اس لمحے دل کیا کہ جج اور ان سب مجرموں کا خود قتل کر دے لیکن وہ ایسا نہیں کر سکتی تھی۔ سب لوگ عدالتی کمرے سے جا رہے تھے جبکہ حورین کی بینائی بار بار دھندلا رہی تھی۔ اس کے لیے یہ سب قبول کرنا مشکل ترین عمل تھا کہ عدالت بک چکی تھی!! اس سے پہلے وہ گرتی مصطفیٰ نے اسکو پکڑ لیا اور عدالتی کمرے سے باہر لا کر اسکو اپنے ساتھ بٹھایا اور پانی پلایا۔

''حق اور باطل کی جنگ میں جیت تو ہمیشہ حق کی ہوتی ہے لیکن آج باطل کیسے جیت گیا؟" اسکی آواز رندھ چکی تھی۔ اسکو یہ دکھ نہ تھا کہ وہ کیس ہار گئی بلکہ تکلیف تو اس بات کی تھی کہ درندوں کو ایک بار پھر آزاد کر دیا گیا تھا۔ اب پھر وہ معصوم بچوں کو بیچیں گے۔ اس کو تکلیف اس بات کی تھی کہ انسانیت ختم ہو چکی تھی۔ تکلیف بہت تھی لیکن وہ ابھی کچھ نہیں کر سکتی تھی۔ اس لیے خاموش آنسو بہاتی رہی اور پھر مصطفیٰ کے ہمراہ عدالت سے مرے قدموں کے ساتھ باہر آئی۔

واپسی پر گاڑی اپنے سفر پر گامزن تھی۔حورین خاموش تھی جبکہ مصطفٰی کو اسکی خاموشی پسند نہ آئی۔وہ چاہتا تھا کہ وہ بات کرے لیکن اس نے چپ کی چادر اوڑھ رکھی تھی۔جب خاموشی کا وقفہ زیادہ طویل ہوا تو مصطفٰی نے ہی یہ دورانیہ ختم کیا۔

"تمہیں چاہیے کہ تم بول لو تاکہ بوجھ کم ہو سکے."گاڑی چلاتے ہوئے کہا جبکہ اس بات پر مقابل نے ایک لمبی سانس خارج کی جیسے وہ اپنی ہار کو قبول کر رہی ہو۔پھر جواب دیا

"میرے پاس ابھی بات کرنے کو کچھ نہیں ہے۔میں بس بے یقین ہوں کہ اتنی محنت اور ثبوتوں کے باوجود بھی مجرم کو چھوڑ دیا گیا۔"اس نے یہ کہتے ہوئے تکلیف سے آنکھیں بند کر لیں۔

"مجھے لگتا ہے کہ یہ تمہارا پہلا کیس ہے جس پر تمہیں شکست ہوئی ہے تب ہی تمہیں سمجھ نہیں آ رہا کہ اسکو ہینڈل کیسے کرنا ہے۔تب ہی تمہیں زیادہ محسوس ہو رہا ہے۔میں تمہارے اس کیس کو لے کر جذبات کو سمجھتا ہوں لیکن تمہیں بھی علم ہے کہ اس ملک میں انصاف انہی کے لیے ہے

جن کے پاس دولت ہے۔ تم نے اپنی طرف سے بہت کوشش کی لیکن عدلیہ ہی بک جائے تو ہم کیا کر سکتے ہیں۔" وہ جیسے اسکو سمجھانا چاہ رہا تھا جس پر حورین نے پھر سے آنکھیں میچیں اور کہا

"اسی بات کی تو تکلیف ہے کہ عدلیہ بک جاتی ہے۔" یہ کہتے ہوئے اس نے آنکھیں دوبارہ سے بند کر کے اپنا سر سیٹ کے ساتھ ٹکا دیا اور پھر سے گاڑی خاموشی میں ڈوب گئی۔

ابھی کچھ دیر ہی گزری تھی کہ مصطفیٰ کو کچھ عجیب سا محسوس ہوا۔ ایسے لگا جیسے کوئی انکی گاڑی کا پیچھا کر رہا ہے۔ وہ فوراً سے چوکنا ہوا اور گاڑی کی سپیڈ بڑھا دی کیونکہ یہ راستہ سنسان تھا۔ جیسے ہی مصطفیٰ نے گاڑی کی سپیڈ بڑھائی تو دوسری گاڑی نے بھی سپیڈ بڑھا دی۔ مصطفیٰ کا شک یقین میں بدل گیا اور اب کہ اسکی کوشش تھی کہ وہ جلد از جلد ایک گنجان آباد علاقے میں جائے اور اس لیے اس نے سپیڈ زیادہ ہی رکھی۔ کچھ ہی دیر میں جو گاڑی انکا پیچھا کر رہی تھی وہ کہیں بہت پیچھے رہ گئی اور اب سڑک پر بس انکی گاڑی ہی موجود تھی۔ ابھی کہ مصطفیٰ ذرہ سا پر سکون ہوتا کہ سڑک کی دوسری جانب سے وہی گاڑی آئی جو کہ انکا پیچھا کر رہی تھی اور اس گاڑی کا شیشہ نیچے ہوا اور ابھی کہ مصطفیٰ صورتحال کو سمجھ پاتا دو سے تین لگاتار گولیوں کی آواز آئی اور پھر جیسے وہ گاڑی کہیں ہوا میں گم ہو گئی جبکہ مصطفیٰ کا دماغ یہ سب ابھی پروسیس بھی نہیں کر پایا تھا کہ کیا ہوا ہے کہ اچانک سے اپنے پاس سے آنی والی چیخ نے اسکا دیھان اپنی طرف کیا۔ جیسے ہی اس نے

گردن موڑی تو لگا جیسے ارد گرد کے درخت اسکے اوپر گر گئے کیونکہ اسکے پہلو میں حورین کے وجود سے خون بہہ رہا تھا اور وہ نیم بیہوشی کی حالت میں تھی۔ حورین کی اتنی خراب حالت پر مصطفیٰ کا سانس کہیں سینے میں ہی اٹک گیا تھا۔ اسکو سانس لینے میں دشواری ہو رہی تھی۔ اسکے حواس سلب ہو رہے تھے۔ پھر حورین کی مردہ سی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی۔

"مصطفیٰ ہماری اولاد کو کچھ نہیں ہونا چاہیے۔" یہ کہتے ہوئے اس نے اپنی نیم وا آنکھوں میں امید لیے مصطفیٰ کی جانب دیکھا جس کے چہرے پر ایک کرب آکر گزرا تھا۔ اس نے بہت ہمت سے جواب دیا۔

"ان شاءاللہ کچھ نہیں ہوگا۔ ہم بس ہسپتال پہنچ رہے ہیں۔ تم بس اپنی آنکھیں کھولیں رکھنا۔" آخر پر جیسے اس نے التجا کی تھی اور وہ اب انتہائی تیزی سے گاڑی چلا رہا تھا جبکہ حورین کی آنکھوں سے زندگی کی چمک ہولے ہولے جا رہی تھی۔

"اپنی آنکھیں کھلی رکھو، حورین۔ پلیز!" اب کہ مقابل کی آواز رندھ چکی تھی جبکہ حورین کی زندگی آہستہ آہستہ جا رہی تھی اور پھر اسکی مسکراتی ہوئی چمکدار آنکھیں بند ہو گئیں۔ مصطفیٰ دل ہی دل میں اللہ تعالیٰ سے مدد مانگ رہا تھا اور پھر وہ ہسپتال بھی پہنچ گئے۔

ناول کلب
Clubb of Quality Content

ہسپتال پہنچ کر حورین کو فوراً آپریشن تھیٹر میں لے جایا گیا جبکہ مصطفٰی کی سانس سینے میں اٹکی ہوئی تھی۔ وہ اٹھائیس سالہ مرد اس وقت قابل ترس لگ رہا تھا۔ اس نے اپنے خون سے لدھے ہاتھ اپنے سر کے نیچے ٹکائے تھے۔ آنکھوں کے سامنے بار بار حورین کا خون سے لت پت وجود آ رہا تھا۔ وہ اس وقت چاہ کر بھی کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ وہ بے بسی کی تصویر بنا بیٹھا تھا کہ اچانک سے آپریشن تھیٹر سے ایک ڈاکٹر باہر آئیں۔

"سر مریض کی حالت نازک ہے۔ ایک گولی دل کے پاس پاس لگی ہے اور بہت سا خون بہہ چکا ہے۔ صورتحال نازک ہے۔ ہم ماں یا بچے میں سے کسی ایک کو ہی بچا سکتے ہیں۔ اب ہمیں آپکی اجازت چاہیے۔ وقت بہت کم ہے۔" اور اسی انتخاب سے بچنے کے لیے وہ کب سے اپنے رب سے دعائیں کر رہا تھا۔ آنکھوں کے سامنے حورین کا کل رات کا مسکراتا ہوا چہرہ آ رہا تھا۔ دل نے کہا کہ حورین کو بچا لو۔ وہ تمہاری محبت ہے۔ ابھی وہ حورین کا نام لیتا کہ اسکو اپنے ارد گرد یہ الفاظ سنائی دیے۔

"ہماری اولاد کو کچھ نہیں ہونا چاہیے۔" اور اس نے تکلیف سے آنکھیں میچ لیں۔ محبوب سے محبت ہو اور محبوب کی خواہش کا احترام نہ ہو تو تف ہے ایسی محبت پر۔ یہ سب سوچتے ہوئے اس نے مریل سی آواز میں پوچھا۔

"کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ دونوں ہی بچ جائیں؟" اس نے ایک امید لیے ڈاکٹر کی جانب دیکھا جبکہ اسکی حالت دیکھ کر ڈاکٹر کو بھی اس پر ترس آیا۔

"ایسا بس معجزہ ہی ہو سکتا ہے۔ ہم کوشش کریں گے لیکن اگر آپکی مسز بچ بھی جائیں تو وہ کومہ میں ہوں گی۔" اب کہ ڈاکٹر نے ایک اور دل دہلا دینے والا سچ بتایا جس پر مصطفیٰ نے تکلیف سے آنکھیں میچیں اور پھر ایک لمبی سانس خارج کرتے ہوئے کہا۔

"ہماری اولاد کو کچھ نہیں ہونا چاہیے۔" وہی جملہ دہرا کر اس نے اذیت سے آنکھیں میچ لیں جبکہ ڈاکٹر اسکو باقی کی کارروائی بتاتے ہوئے واپس آپریشن تھیٹر میں چلا گیا اور وہ ایک ہارے ہوئے انسان کی طرح وہاں پر موجود سیٹ پر بیٹھ گیا اور پھر سے اپنا سر اپنے ہاتھوں ہر ٹکا دیا۔ ابھی کچھ دیر ہی گزری تھی کہ اسکے والد بھی آ گئے اور انہوں نے اسکے کندھے پر ہاتھ رکھا جس پر وہ ان سے لپٹ کر بچے کی طرح رو پڑا۔

"ڈاکٹر نے کہا کسی ایک کا انتخاب کروں! میں یہ نہیں کر سکتا تھا، کبھی نہیں کر سکتا تھا بابا!" وہ رو رہا تھا۔ "شاید اس لیے اس نے مجھے اس تکلیف سے بچنے کے لیے پہلے ہی بتا دیا تھا کہ ہماری اولاد کو کچھ نہیں ہونا چاہیے۔" وہ ان کے گلے لگے اب ہچکیاں لے رہا تھا۔ "میں اس کے بغیر کیسے رہوں گا؟ وہ میرا قیمتی اثاثہ ہے!" وہ رو رہا تھا جبکہ اسکے والد نے کہا۔

"تم ہمت ہار رہے ہو بچے! اللہ پر توکل رکھو۔" انہوں نے جیسے اسے امید دلائی جبکہ اس نے روتے ہوئے کہا۔

"میں ڈاکٹرز کو کہہ چکا ہوں کہ ہماری اولاد کو کچھ نہیں ہونا چاہیے۔" یہ کہتے ہوئے اس نے پھر سے آنکھیں میچیں جبکہ اس بات پر اصغر صاحب نے اسے گلے لگایا تو اس نے اب کی بار رندھی ہوئی آواز سے کہا۔ "اپنی آنکھیں بند کرنے سے پہلے اس نے مجھے یہی کہا تھا، بابا! کہ ہماری اولاد کو کچھ نہیں ہونا چاہیے! وہ جانتی تھی کہ مجھے اگر انتخاب کرنے کو کہا گیا تو میں اسے چنوں گا اس لیے وہ پہلے ہی بتا چکی تھی!" وہ اس وقت بہت تکلیف میں تھا۔

کچھ دیر بعد وہ اب خاموش تھا جیسے سمندر کی لہریں خاموش ہوتی ہیں بالکل ویسے! کہ اچانک ڈاکٹر کی آواز آئی۔

"مبارک ہو آپکی ایک خوبصورت سے بیٹی ہوئی ہے!" اور یہ کہتے ہوئے ڈاکٹر نے وہ ننھی سی پری اسکو تھمادی جبکہ اس چھوٹے سے وجود کو اپنی آغوش میں لیے وہ ایک لمحہ کو تو خوش ہوا لیکن جب اسکو یاد آیا کہ اب اسکی محبوب بیوی نہیں رہی تو اسکو پھر سے رونا آگیا۔ اس نے اس چھوٹے وجود کو اپنے سینے سے لگایا اور خاموشی سے آنسو بہانے لگ پڑا۔ پھر کچھ دیر بعد اس چھوٹے وجود کی رونے کی آواز آئی تو اس نے اسکو سینے سے دور کیا اور اب کہ اسکو غور سے دیکھا تو وہ اسکو بالکل

حورین لگا۔اسکی آنکھوں میں آنسواور چہرے پر مسکراہٹ بروقت آئی اوراس نے اس ننھے وجود کا نام حورر کھا۔اس دوران اس کے والد اس کے چہرے کے تمام تاثرات کو جانچ رہے تھے اور ان کے اپنے ضعیف چہرے پر بھی آنسوؤں کے مٹے مٹے نشان تھے۔پھر انہوں نے اس ننھی پری کو اپنی آغوش میں لینے کے لیے ہاتھ بڑھائے تو مصطفیٰ نے اسکو نہیں تھمایا اور اب وہ ڈاکٹر سے بات کرنے کے لیے اٹھا۔

"ہم نے کوشش کی تھی کہ دونوں کو بچایا جاسکے لیکن یہ ممکن نہ تھا۔اللہ تعالیٰ نے آپکو ایک پری سے نوازا اس کے لیے آپکو مبارک ہو لیکن آپکے خسارے کا مجھے افسوس ہے ".آپکی مسز کی ڈیڈ باڈی اندر روم میں ہے۔ڈاکٹر یہ کہہ کر چلا گیا لیکن مصطفیٰ جیسے مرے مرے قدم اٹھاتا آپریشن تھیٹر میں داخل ہوا تو جیسے اسکے جسم کی باقی بچی ہمت بھی ختم ہو گئی،کیونکہ سامنے موجود ہستی کی مسکراتی ہوئی چمکدار آنکھیں اب ہمیشہ کے لیے بند ہو چکی تھیں۔اپنے اتنے بڑے خسارے پر مصطفیٰ کا دل بند ہونے کو تھا۔اس کو لگا کہ اسکی سانس بند ہو جائے گی لیکن ایسا نہ ہوا۔وہ رونا چاہتا تھا،چیخنا چاہتا تھا لیکن اب کون تھا جو اسکو رونے کے لیے کندھا دیتا؟جو اسکو اپنا کندھا دیتا تھا وہ تو خود ابدی نیند سو چکا تھا!آہ!تکلیف حد سے سوا تھی۔وہ ان آنکھوں کو مزید بند نہیں دیکھ سکتا تھا کیونکہ وہ تو انکو مسکراتا دیکھنے کا عادی تھا!اس لیے وہ اب باہر آچکا تھا۔

وقت کا پہیہ گزرتا گیا۔ بھلا وقت بھی کبھی کسی کے لیے رکا ہے؟ نہیں نہ! اسی طرح وقت مصطفی کے لیے بھی نہیں رکا تھا۔ وہ اپنی مخصوص رفتار سے گزرتا جارہا تھا۔ مصطفی بہت کوشش کرتا کہ زندگی کی طرف واپس لوٹ آئے لیکن جیسے اسکے جذبات پر برف جم چکی تھی۔ وہ ایک مشین کی طرح رہنے لگ پڑا تھا۔ جس میں کسی بھی قسم کا کوئی جذبہ نہ تھا۔ رات دیر سے گھر آنا اور صبح جلدی چلے جانا۔ وہ اپنی ذات سے تو غافل تھا ہی لیکن اپنی بیٹی کی ذات سے غفلت برت رہا تھا۔ اصغر صاحب کے لاکھ بار سمجھانے پر بھی وہ اپنے غم سے نکل نہیں پا رہا تھا اور اس طرح تقریباً ایک مہینہ گزر چکا تھا۔

یہ بھی انہی دنوں کی ہی بات ہے۔ آج وہ جب گھر آیا تو گھر میں غیر معمولی خاموشی تھی۔ ویسے تو روز ہی گھر ویران ہوتا تھا لیکن آج کچھ زیادہ ہی ویران تھا۔ اس نے سب سے پہلے اپنے والد کا کمرہ دیکھا تو وہ وہاں پر نہ تھے۔ پھر اس نے باقی کا گھر چیک کیا تو کوئی بھی نہ ملا۔ اب کہ اس کو تشویش

ہوئی تو اس نے فوراً سے اپنے والد کو کال کرنے کے لیے فون نکالا تو اس کے سائلنٹ لگے فون پر کوئی بیس مسڈ کالز تھیں اس کے والد کی۔ یہ دیکھ کر اسکو مزید تشویش لاحق ہوئی اور اس نے ان کو کال کی اور دوسری بیل پر فون اٹھا کیا گیا تھا۔ سلام کے فوراً بعد اس نے کہا۔

"آپکی تقریباً بیس مسڈ کالز آئی ہوئی تھیں، خیریت؟" لہجہ تشویشناک تھا۔

"غلطی سے تمہیں کال کرلی تھی۔" انہوں نے بنا کسی تاثر کے سپاٹ لہجے میں کہا جبکہ اسکو یہ لہجہ کھٹکا۔

"غلطی سے بس ایک کال آسکتی ہے لیکن بیس کالز نہیں۔ آپ مجھے بتائیں کہ بات کیا ہے اور آپ کہاں ہے اس وقت؟ رات کے تقریباً دو بج رہے ہیں." اب کہ اس نے پھر پریشانی سے کہا۔

"تمہیں کوئی فرق نہیں پڑنا چاہیے۔ تم اپنی ذات میں مگن رہو اور اپنا غم مناتے رہو۔" پھر وہی لہجہ جبکہ اب مصطفیٰ کو پریشانی تو ہوئی لیکن وہ اب کہ پھٹ پڑا۔

''آپ کیسے والد ہیں ؟آپکو میرا دکھ نہیں نظر آتا کیا؟آپ جانتے بھی ہیں کہ میں کس تکلیف سے گزر رہا ہوں ؟میں نے اپنی بیٹی کی پیدائش پر اپنی جان سے پیاری بیوی کو کھویا ہے اور آپ ہیں کہ ۔۔" یہ کہہ کر اس نے اپنا جملہ ادھورا چھوڑ دیا اور ایک لمبا سانس لیا جیسے خود کو سنبھال رہا ہو۔

''چلو تمہیں یہ تو یاد ہے کہ تمہاری ایک بیٹی بھی ہے جو کہ بس ایک ماہ کی ہے۔ تمہیں اس بات کا غم ہے نہ کہ تم نے اپنی بیٹی کی پیدائش پر بیوی کو کھو دیا تو مبارک ہو برخوردار تم اپنی بیٹی کو بھی کھو دو گے۔بس پھر مل کر دونوں کے کھو جانے کا غم منانا۔" جبکہ انکی آخری بات پر مصطفیٰ کا سانس اٹک گیا۔اسکو بولنے میں اچانک ہی دشواری آئی۔

''کک۔۔ کیا ہوا ہے حور کو؟" اب کہ اسکی آواز رندھ گئی۔

''جو بھی ہو تمہیں کوئی پرواہ نہیں ہونی چاہیے ! تم اپنا غم مناؤ ہم تمہاری بیٹی کی میت لے کر بھی پہنچ جائیں گے گھر ."جبکہ اا الفاظ پر مصطفیٰ کا دل ایک لمحہ کو بند ہو گیا، لیکن پھر اس نے ہمت کر کے پوچھا

Clubb of Quality Content

"آپ مجھے مت ڈرائیں پلیز! میرا دل بند ہو جائے گا! آپ بتائیں کیا ہوا ہے حور کو؟ اور آپ کہاں ہیں؟" اب کہ اس نے التجا کی تھی جبکہ مقابل نے اب کہ ایک لمبا سانس خارج کرنے کے بعد کہا۔

"حور کو نمونیہ ہوا ہے پچھلے ایک ہفتے سے لیکن تمہیں تو اپنے غم سے فرصت ہی نہیں۔ میں نے کئی بار بتانا چاہا لیکن تم نے موقع نہ دیا پھر میں بھی خاموش ہو گیا کہ اچھا ہے میں بوڑھا کب تک تمہاری بیٹی کا خیال رکھوں جب تم ہی لاپرواہی برت رہے ہو۔ اچھا ہے جب بیٹی بھی تمہاری لاپرواہی کی بھینٹ چڑھ جائے گی تو مناتے رہنا سوگ اور اپنے ضمیر کے بوجھ تلے دب جانا!" وہ آج سپاٹ لہجے میں بھی بھگو بھگو کر مار رہے تھے مقابل کو جبکہ مصطفٰی کا دل ان تمام الفاظ پر ایک دفعہ پھر مر رہا تھا اس کو لگا تھا کہ اسکا دل بند ہو جائے گا۔ اس نے فوراً اپنا رخ باہر کی جانب کیا اور اپنی گاڑی میں بیٹھ کر اسکو سٹارٹ کرتے ہوئے کہا۔

"آپ مجھے سیدھی طرح بتا دیں کہ میری بیٹی کہاں ہے؟ کس ہسپتال میں ہے؟" اب کہ اس نے منت کی جس پر اسکے والد نے ہسپتال کا نام بتایا اور فون بند کر دیا۔

وہ اب دل سے دعا گو تھا کہ اس کی بیٹی کو کچھ نہ ہو۔ اسکی آنکھیں بار بار نم ہو رہی تھیں۔ ہونٹ کپکپاہٹ کا شکار تھے۔ دماغ میں منفی خیالات آ رہے تھے 'اگر حور کو کچھ ہو گیا تو؟ میں کیسے زندہ

رہ پاؤں گا؟' جبکہ پھر دماغ نے کہا 'ابھی تمہیں اتنی تکلیف ہو رہی ہے تو تب وہ تکلیف کہاں تھی جب وہ چھوٹی سی بچی تمہارے پیار سے محروم رہی؟ کیا اسی لیے تم نے اپنی بیٹی کو چنا تھا کہ اسکو اپنی غفلت کی وجہ سے موت کے منہ میں دھکیل دو؟' اب کہ ان تمام خیالات سے آج ایک بات تو ثابت ہوئی تھی کہ اس نے اپنے پر حورین کی موت کے بعد جو بے حسی کا ایک خول چڑھایا تھا وہ اب اتر چکا تھا۔ اس لیے آج پھر وہ تمام جذبات سے روشناس ہو رہا تھا۔ اسکی آنکھوں میں واضح خوف تھا اپنی چاند سی بیٹی کے چھن جانے کا خوف!

''میں مزید غفلت نہیں برتوں گا اللہ تعالیٰ! پلیز مجھ سے میری بیٹی مت چھیننا!'' اب کہ اس نے دعا کی تھی۔ وہ دل میں ڈھیر ساری دعائیں کرتا اب کہ ہسپتال پہنچا اور مطلوبہ وارڈ میں گیا۔ وہاں پر اسے اپنے والد بھی نظر آ گئے۔ اس کے آنے پر بھی اسکے والد نے کوئی خاص نوٹس نہیں لیا بس خاموشی سے آنسو بہا رہے تھے اور ہاتھ میں تسبیح کر رہے تھے۔ اب وہ ایک تھکے ہوئے انسان کی طرح ان کے ساتھ بیٹھ گیا۔

''اگر حور اب صحت مند ہو جاتی ہے تو میں اسے ایک یتیم خانے بھیج دوں گا۔'' ابھی ان کی بات مکمل بھی نہ ہوئی تھی کہ مصطفیٰ نے درد بھرے لہجے میں کہا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"میں اپنی بیٹی کو اپنے سے دور نہیں کروں گا۔ خدارا آپ ایسی باتیں کر کے مجھے بے موت نہ ماریں! میں اپنی غلطیوں پر شرمندہ ہوں۔ میں اپنے غم میں بھول چکا تھا کہ اگر میں نے اپنی ہمسفر کھوئی ہے تو میری حور نے بھی اپنی ماں کو کھویا ہے۔ میں بھول گیا تھا کہ میں نے حور کو اس لیے نہیں چنا تھا کہ میں اس سے لاپرواہی برتوں! پلیز آپ دعا کریں کہ میرا مالک مجھ سے میری حور کو نہ چھینے!" آخر پر اس نے جیسے التجا کی تھی۔ "حورین کی موت میرے لیے ایک ناقابل بیان خسارہ ہے لیکن اگر حور بھی چلی گئی تو میں جو کوشش کرتا ہوں کہ واپس زندگی کی طرف لوٹوں وہ بھی ختم ہو جائے گی اور میں ایک زندہ لاش بن جاؤں گا۔" اس نے نم آنکھوں کے ساتھ تکلیف دہ آواز میں کہا۔ "آپ پلیز دعا کریں نہ! میں تو گناہگار بندہ ہوں! اور شاید بدنصیب بھی کہ میرے مالک نے مجھے رحمت سے نوازا اور میں نے اسکو زحمت دی! لیکن اب نہیں! میں اب کفرانِ نعمت نہیں کرنا چاہتا میں اسے بتانا چاہتا ہوں کہ میں یعنی کہ اسکا والد اس سے محبت کرتا ہے! میں بتانا چاہتا ہوں جب میں نے اسکو پہلی دفعہ اسکو پکڑا تھا تو اپنے ناقابل بیان خسارے کے باوجود مجھے جس خوبصورت احساس نے گھیرا تھا میں وہ بیان نہیں کر سکتا! میں اسکو یہ سب بتانا چاہتا ہوں! آپ پلیز دعا کریں!" آخر میں اس نے اس نے چھوٹے بچے کی طرح ضد کی اور پھر وہ رونے لگ پڑا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

کچھ دیر بعد ڈاکٹر باہر آیا اور آکر اصغر صاحب سے کہا۔

"اللہ کا شکر ہے کہ بچی اب خطرے سے باہر ہے۔" اس کے الفاظ نے جیسے مصطفی کو ایک نئی نوید سنائی اور وہ اسی لمحے سجدہ میں چلا گیا اور ن جانے کتنے خاموش آنسو بہاتا رہا۔ کچھ دیر بعد اسکے والد نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اسے اٹھایا اور گلے لگایا۔

"جو لوگ چلے جاتے ہیں انکے پیچھے زندگی کو ختم نہیں کرتے۔ زندگی کبھی ختم نہیں ہوتی کسی کے جانے سے۔ انسان جینا سیکھ لیتا ہے اپنے خساروں کے ساتھ بھی۔" وہ اسکو گلے لگاتے ہوئے کہہ رہے تھے "اور اگر اب تم نے میری گڑیا کے معاملے میں لاپرواہی برتی تو میں اپنے کیے پر عمل کروں گا۔" آخر پر دھمکی بھی لگائی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

وقت گزرتا گیا اور مصطفی کے زخم کہیں حد تک مندمل ہو گئے۔ وہ اپنا زیادہ وقت اب حور کو دیتا اور اسی طرح زندگی کا پہیہ گزرتا گیا۔ مصطفی حورین کے قاتلوں کو سزا دلوانا چاہتا تھا، وہ کیس دوبارہ سے کھلوانا چاہتا تھا جس کی وجہ سے حورین نے اپنی جان گنوائی تھی لیکن ان سب حالات

میں وہ بس حور کو کھونے سے ڈرتا تھا۔ وہ اپنے طور پر کام کر رہا تھا اس کیس پر لیکن یہ سب خفیہ طور پر ہو رہا تھا۔ وقت کا پہیہ تیزی سے گھوما اور اب کہ حور نے اپنے لیے وکالت کا پیشہ اپنایا۔ اس سارے عرصے میں مصطفیٰ کو ایک دفعہ پھر اپنے عزیز والد کی موت کا صدمہ بھی برداشت کرنا پڑا۔ پہلے پہل تو یہ پیشہ اسکا شوق تھا لیکن جنون تب بنا جب اس نے اپنے والد کی ڈائری پڑھی جس پر حورین کی موت کی اصل وجہ لکھی تھی۔ یہ سب پڑھ کر پہلے تو اسکو یقین نہ آیا کہ اسکی والدہ کی موت ایک حادثہ نہیں بلکہ قتل تھا۔ کافی دیر تک وہ بے یقینی کی حالت میں تھی کیونکہ اسکو بچپن سے ہی یہ بتایا گیا تھا کہ اسکی پیدائش کے وقت پیچیدگیوں کی وجہ سے اسکی والدہ چل بسیں۔ جب اس نے ڈائری پر حورین کے وہ الفاظ پڑھے "مصطفیٰ ہماری اولاد کو کچھ نہیں ہونا چاہیے" یہ پڑھ کر صحیح معنوں میں اسکو احساس ہوا تھا کہ اسکی ماں نے اسکی پیدائش سے پہلے ہی اسکو چنا تھا۔ وہ یہ پڑھ کر کافی دیر آنسو بہاتی رہی لیکن پھر اس نے سوچا۔

"کیا اب وہ درندے ایسے ہی گھومیں گے؟ ان معصوم بچوں کے لیے انصاف؟" یہ سوچتے ہوئے اس نے ایک تہیہ کیا کہ وہ ان بچوں کو انصاف دلوائے گی اور اپنی ماں کی موت کو رائیگا نہیں جانے دے گی۔

ویسے کتنی عجیب بات تھی نہ کہ مصطفی بھی حورین کی محبت میں ہی اس کیس پر کام کر رہا تھا لیکن اسکا زیادہ مقصد بدلہ تھا جبکہ حور بھی اس کیس پر کام کر رہی تھی حورین کی محبت میں ہی لیکن اسکا واضح مقصد ان بچوں کے لیے انصاف تھا۔ وہ اپنی ماں کی موت کے بدلے کے لیے اس کیس پر کام نہیں کر رہی تھی کیونکہ اگر وہ ایسا کرتی تو وہ ذاتی دشمنی کی بنا پر کام کرتی اور وہ ایسا نہیں کرنا چاہتی تھی۔ مصطفی کو حورین کے قاتلوں کو سزا دلوانا تھی اور حور کو ان بچوں کے لیے انصاف چاہیے تھا۔ ان دونوں باپ بیٹی کی منزل ایک تھی لیکن مقاصد میں واضح فرق تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

مصطفی اس کیس پر خفیہ طور پر کام کر رہے تھے جبکہ حور نے دشمنوں کو سر عام دعوت دی جس پر مصطفی کو صحیح معنوں میں پریشانی ہوئی

"حور تمہیں اس کیس کو دوبارہ سے کھولنا نہیں چاہیے تھا۔" انہوں نے تاسف سے کہا۔

"میں اپنی ماں کی موت کو رائیگا نہیں جانے دے سکتی۔" اس کے لہجے میں دکھ تھا، شکوہ تھا جیسے وہ کہنا چاہ رہی ہو۔ "مجھے انجان کیوں رکھا؟" اسکی آنکھوں میں لکھی واضح تحریر پڑھنے کے بعد مصطفی صاحب نے آنکھیں میچتے ہوئے کہا۔

"تم کیا جانتی ہو؟" ایک لمبی سانس خارج کرتے ہوئے کہا۔

"وہی سچ جس سے مجھے بچپن سے انجان رکھا۔" اس نے بھی دکھ سے کہا۔

"میں تمہیں نہیں کھو سکتا! اتنی ہمت نہیں ہے مجھ میں اب!" انہوں نے اب کہ اسکو ڈرا کر بعض رکھنا چاہا جس پر مقابل نے کہا۔

"میں حور مصطفی ہوں۔ میرے بابا نے میری ماں کو بھی نہیں روکا تھا سچ کا ساتھ دینے کے لیے اور مجھے بھی نہیں روکیں گے۔ میرے بابا میری ماما کی ڈھال تھے۔ آپ جانتے ہیں میرے بابا کو؟ کیونکہ مجھے ابھی وہ مصطفی بابا نظر نہیں آرہے" اس پر مصطفی نے پھر سے آنکھیں میچیں پھر نم آنکھوں سے ایک آسودہ سی مسکان لیے کہا۔

"تم بالکل اپنی ماں کی طرح ہو۔" یہ کہتے ہوئے انکے چہرے پر ایک مسکان تھی۔

"آفکورس وہ بھی حسین اور میں بھی حسین۔" شان بے نیازی سے کندھے اچکاتے ہوئے ماحول کو لائٹ کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں نہ وہ بھی ضدی اور تم بھی ضدی۔" انہوں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اب آپ اپنی اکلوتی اولاد کو ضدی کہیں گے؟" اس نے معصومانہ شکل بناتے ہوئے کہا جبکہ مصطفی صاحب اب کہ ہنس پڑے۔

"اگر غور سے سنو تو میں نے اپنی اکلوتی بیوی کو بھی یہی کہا ہے۔" انہوں نے مسکرا کر کہا۔

"ویسے میں نے آپکی ساری ڈائری پڑھی ہے۔" اسکی آنکھوں میں شرارت واضح تھی جبکہ مصطفی صاحب اب کہ ذرہ جھینپ گئے۔

"وہ کیا کہا تھا آپ نے۔۔۔۔ہاں یاد آیا!! میں اس شادی کے لیے رضامند نہیں تھا۔۔ تم ایک پریکٹیکل لڑکی ہو" ابھی کہ وہ کچھ اور بولتی تو مصطفی صاحب نے درمیان میں ہی ٹوک دیا۔

"اچھا بس بس! پتا چل گیا ہے مجھے کہ تم نے پڑھ لی۔" انکے گالوں پر سرخی ابھری تھی۔اب پتا نہیں کہ وہ شرما رہے تھے یا کیا۔ " ویسے یہ اخلاقی طور پر اچھی بات تو نہیں!" اب کہ انہوں نے ذرہ شرم دلانی چاہی

Clubb of Quality Content

"بالکل پہلے میں نے سوچا کہ رہنے دیتی ہوں پھر کہا کہ کیا ہو گیا حور؟ اپنے ہی والد صاحب ہیں، خیر ہے!" آخر پر اس نے کندھے اچکائے جس پر مصطفیٰ صاحب ہنس پڑے۔

"ویسے مجھے شکوہ بھی ہے آپ سے۔" اس نے منہ کے زاویے بگاڑتے ہوئے کہا جس پر مقابل نے سوالیہ ابرو اچکائے۔

"آپ نے مجھ سے لاپرواہی برتی تھی!" اس نے جیسے یاد دلایا اور شرم دلانا چاہی "لیکن دادا ابو نے اس وقت جو آپکو سنائیں تھیں نہ وہ پڑھنے کے بعد میرا شکوہ ختم ہو گیا بلکہ مجھے مزہ آرہا تھا کہ کتنی بھگو بھگو کر دادا ابو آپکو باتیں لگا رہے تھے۔ آخر پر وہ ہنس دیں جبکہ مصطفیٰ صاحب کو شرمندگی ہوئی 'کہ بیٹی کو سب کچھ پتا لگ گیا' پھر انہوں نے کہا۔

"ہاں تو تب تو میری غلطی تھی جس پر سرزنش کرنا بنتا تھا۔"

"ارے کوئی بات نہیں مائی ینگ ڈیڈ! رات گئی بات گئی" اس نے یہ کہتے ہوئے اپنے والد کا ماتھا چوما جس پر مقابل نے کہا۔

"تم ہو بہو اپنی ماں جیسی ہو، اپنی حرکتوں سمیت!" یہ کہتے ہوئے انہوں نے اسے اپنے ساتھ لگا یا۔

Clubb of Quality Content

"اسی لیے آپکو عزیز ہوں۔" اس نے بھی ایسے ہی جواب دیا۔

"ہاں نا بالکل!" جبکہ اس بات پر مقابل سیدھا ہوئی اور بھنویں سکوڑتے ہوئے کہا۔

'مطلب اگر میں والدہ جیسی نہ ہوتی تو آپکو عزیز نہ ہوتی؟"

"پتا نہیں میں نے کبھی ایسا سوچا نہیں۔" اب کہ مصطفیٰ صاحب نے کندھے اچکائے جس پر مقابل کا احتجاج بلند ہوا۔

"یہ ناانصافی ہے!"

"تم بعض آجاؤ!" یہ کہتے ہوئے مصطفیٰ صاحب مسکرا دیے جبکہ مقابل بولی

"آپکو کہنا چاہیے تھا کہ مجھے تب بھی تم عزیز ہوتی میری چاند سی دختر!" آخر پر اس نے آنکھیں بڑی کرتے ہوئے کہا۔

"یہ دختر کیا ہوتا؟"

"یہ بیٹی کو کہتے ہیں۔" اس نے فخریہ انداز میں کہا جس پر مقابل کے ہونٹ 'او' کی حالت میں سکڑے۔ پھر اسی طرح باتیں کرتے کرتے وقت گزر گیا۔

وقت کا پہیہ پھر سے گھوما اور اس کیس کے متعلق پھر سے تاریخیں ملیں اور عدالتی کارروائی شروع ہوئی۔اس دوران پھر سے حور کو وارننگ والے فون کالز ملے جس پر اس نے کان بند کر لیے اور اپنے کام میں لگی رہی لیکن پھر ایک فون کال آئی اور مقابل نے پتا نہیں کیا کہا جس پر حور کی سپاٹ آواز اُبھری۔

''ابھی تم شکر کرو کہ میں اپنی ماں کی موت کا بدلہ نہیں لے رہی اور جس نے لینا ہے اسکو بھی روکے رکھا ہوا ہے ورنہ جس زبان سے تم مجھے دھمکا رہے ہو نہ وہ زبان تمہارے منہ میں سلامت نہ ہوتی ابھی تک "جس پر مقابل نے فون رکھ دیا۔

اس ساری صورتحال نے ایک دفعہ پھر مصطفیٰ صاحب کو ہلا کر رکھ دیا اور اب کہ وہ پریشان تھے۔ انہوں نے یہ ساری بات اپنے جگری دوست اور اسکے بیٹے کے گوش گزاری جس پر ان کے

دوست نے انکو یقین دلوایا کہ 'ہم تمہارے ساتھ ہیں !' یہ وہی دوست ہے جس نے انکو مشورہ دیا تھا کہ تم بہانہ بناؤ کہ تمہیں کوئی اور پسند ہے۔

" علی میں حور کو لے کر پریشان ہوں !" مصطفیٰ صاحب نے پریشانی سے کہا۔" میری تو عمر ہو گئی ہے اگر جان چلی بھی جائے تو کوئی بات نہیں لیکن حور۔۔۔" انہوں نے اپنی بات ادھوری ہی چھوڑ دی۔

"تم کیوں منفی باتیں سوچ رہے ہو ؟" انہوں نے کندھا تھپتھپاتے ہوئے کہا، لیکن انکے چہرے پر بھی سوچ کی لکیریں واضح تھیں۔

"اگلے مہینے جو تاریخ ملی ہے وہ آخری تاریخ ہے اور اگر مجھے کچھ ہو گیا تو۔۔۔" یہ کہتے ہوئے وہ صوفے پر گرنے کے انداز میں بیٹھے۔ حور کے علاوہ اب کہ مصطفیٰ کو بھی دھمکی آمیز فون کالز آ رہی تھیں۔

"اس کا ایک حل ہے جس پر تم خود بھی مطمئن ہو جاؤ گے۔" اس بات پر مقابل نے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

''حور کی شادی۔" جس پر مصطفیٰ صاحب نے اسے گھورا اور کہا۔

''سب سے پہلی بات حور نہیں مانے گی اور اگر مان بھی جائے تو فوری لڑکا کہاں سے آئے گا؟ اور اگر آ بھی گیا تو کیا گارنٹی ہے کہ وہ حور کے کریر کو بھی سپورٹ کرے گا؟" ایک ساتھ کتنے ہی سوال کر دیے۔

''بخدا اگر میرا بیٹا نہ ہوتا تو میں تمہیں ایسے مشورے کبھی نہ دیتا۔" اس بات پر مصطفیٰ صاحب کے ماتھے پر سوچ کی لکیر اُبھری۔

''اگر تم مناسب سمجھو تو کل ہی سادگی سے نکاح اور رخصتی کر دیتے ہیں۔"

''بچے مان جائیں گے؟" سوال جائز تھا۔

''دونوں نے کہی نہ کہی تو کرنی ہی ہے شادی تو اس رشتے پر کوئی قباحت نہیں۔ داہم کی پہلی بیوی ویسے ہی اسکا کام ہے اور جہاں تک بات ہے حور کی تو وہ تو ایسی بندی ہے کہ بندہ مخاطب کرنے سے پہلے بھی ہزار بار سوچے تو ان ساری باتوں کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ بات تو پکی ہے کہ پسند وسند کا معاملہ کوئی بھی نہیں ہو سکتا۔" جبکہ اتنی پریشان صورتحال میں مقابل کا اتنا غیر متوقع اور مزاحیہ کامپلیمیٹ سننے کے بعد مصطفیٰ صاحب مسکرا دیے، پھر بولے

Clubb of Quality Content

"ویسے اگر تمہارے پہلے دیے گئے مشورے پر عمل کرتا تو میں طلاق یافتہ کہلایا جاتا۔" مصطفی نے اب کہ ذرہ طنزیہ کہا جس پر مقابل نے گھورتے ہوئے کہا۔

"تب صورتحال بھی ویسی تھی۔ تمہیں ہی آزاد پنچھی بننے کا شوق تھا۔" ناک سکوڑی جبکہ مصطفی ہنس دیے۔

"میں کرتا ہوں حور سے بات."

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

ساری صورتحال حور کو بتاتے ہوئے اب کہ مصطفی صاحب نے اسکے اور داہم کے نکاح کی بات کی جس پر حور نے پہلے تو چند لمحے انکو حیران ہوتی نظروں سے دیکھا جیسے وہ اس ساری صورتحال کو سمجھنا چاہ رہی ہو پھر جب اسکو ساری صورتحال سمجھ میں آگئی تو اس نے اپنی بات کہی۔

"آپ جانتے ہیں کہ مجھے شادی سے مسئلہ نہیں ہے بلکہ مجھے کوئی ایسا لائف پارٹنر چاہیے جس کو میرے کریر سے کوئی مسئلہ نہ ہو۔"

"اور تمہیں کیا لگتا ہے کہ اگر داہم میں یہ خوبی نہ ہوتی تو میں تمہارے لیے اسکا انتخاب کرتا؟"

پہلا اعتراض رد کیا گیا۔

"میں نقاب کرتی ہوں اور مجھے کوئی ایسا شخص بھی چاہیے جو میرے نقاب کو بھی کیری کر سکے۔" ایک اور خدشہ۔۔

"جو شخص تمہارے نقاب کا احترام کرتے اس گھر میں اول تو آتا ہی نہیں اور اگر آتا بھی ہے تو اپنی نظریں نیچی رکھتا ہے تو تمہیں کیا لگتا ہے کہ وہ شخص تمہارا نقاب بھی کیری نہیں کر سکتا؟" یہ خدشہ بھی دور کیا گیا۔

"اور اگر مجھے کوئی اور پسند ہو تو؟" ہوا میں تیر چلانا چاہا۔ جبکہ اس بات پر مصطفیٰ صاحب مسکرا دیے۔

"آپ مسکرا کیوں رہے ہیں؟" اس نے چڑ کر پوچھا۔

"مانا کہ تم نے میری ڈائری پڑھ لی ہے لیکن اب اسکا ہرگز بھی یہ مطلب نہیں کہ تم میری والی حرکتیں کرتی پھرو۔" جبکہ مقابل اس بات پر پھر سے چڑ گئی۔

"میں سنجیدہ ہوں!" بتانا ضروری سمجھا۔

"تو میں کونسے لطیفے سنا رہا ہوں اپنی دختر کو؟"۔اسی انداز میں جواب دیا گیا۔

"آپ چاہتے ہیں کہ میں ہر حال میں حامی بھروں، ہنا؟"

"نہیں میں بس اتنا چاہتا ہوں کہ تم محفوظ رہو!"

"اور اس بات کی کیا گارنٹی ہے کہ آپکا شاگرد میری حفاظت کر سکے گا؟ موت تو ہر انسان کو آنا ہوتی ہے مجھے بھی آنی ہے تو وہ موت کو تو نہیں روک سکتا نہ!" بات تو درست تھی لیکن مقابل بھی مصطفیٰ صاحب تھے۔

"بالکل! میں اکتفا کرتا ہوں لیکن کم از کم اگر تمہارا نکاح ہو جاتا ہے اور میری موت ہو جاتی ہے تو میں اللہ اور حورین کے سامنے سرخرو تو رہوں گا نہ!"

"اب آپ مجھے بلیک میل کر رہے ہیں!" نروٹھے پن سے کہا جبکہ مقابل بھی ہنس دیے۔

"یہ بالکل سو آنے کی بات کہی ہے آپ نے، میری چاند سی دختر!"

"اب آپ بٹرنگ بھی کر رہے ہیں۔"

"کیا اب میں اپنی بیٹی کی تعریف بھی نہیں کر سکتا؟"

"اوکے کر سکتے ہیں۔"

"تو آپ مان گئی؟"

"ول تھنک اباؤٹ اٹ" مقابل نے ہنستے ہوئے کہا جبکہ مصطفیٰ صاحب نے پیار سے اسکا ماتھا چوما کیونکہ ان باپ بیٹی میں اس جملے کا مطلب تھا کہ میں نے بات مان لی لیکن چونکہ سیدھے طریقے سے بات نہیں مانی ہوتی اور ایک دوسرے کو تنگ کرنا ہوتا ہے اس لیے یہ جملہ کہا جاتا تھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

جبکہ دوسری جانب علی صاحب اور داہم کی گفتگو کچھ یوں تھی۔

"آپ چاہتے ہیں کہ میں ایک وکیل سے شادی کرلوں اور چوبیس گھنٹے میرے گھر میں دفعات سنائی جائیں؟" داہم تو جیسے چیخ ہی پڑا۔

"تم نے خود کہا تھا کہ تم اسکی حفاظت کروگے!" اس کے الفاظ یاد کروائے گئے۔

"تو حفاظت صرف نکاح کرنے سے تو نہیں ہوتی نہ! اگر صرف نکاح سے ہی آپ کسی دوسرے انسان کی حفاظت کر سکتے ہیں تو پھر تو پتا نہیں ہمارے فوجی بھائیوں کو کتنے ہی نکاح پڑھنے پڑتے!" جبکہ اس عجیب و غریب منطق پر علی صاحب نے بے اختیار 'لا حول' پڑھا۔

"تم انسان کے بچے نہیں بن سکتے؟" مقابل نے ذرہ سخت لہجے میں کہا

"ابھی کیا جانور کا بچہ ہوں؟" جبکہ داہم تو چڑ ہی گیا۔

"اتنی لمبی زبان والے مردوں کے گھر نہیں بسا کرتے۔" علی صاحب نے لطیف سا طنز کیا جبکہ مقابل بل کھا کے رہ گیا۔

"یہ طعنہ عموماً لڑکیوں کو دیا جاتا ہے." اس نے تصحیح کرنا ضروری سمجھا۔

"اگر لڑکیوں کی شادی تم جیسے زبان دراز مردوں سے ہوتی ہے تو یہ طعنہ تم پر فٹ کرتا ہے!"

"آپ مجھ سے اپنی بات منوانے آئے ہیں یا مجھے میٹھی میٹھی سنانے؟" مقابل اب کہ تپ گیا تھا۔

"اگر تم میری بات مان لیتے تو تمہاری میٹھی میٹھی نہ ہوتی۔" انہوں نے کندھے اچکائے۔

"ویسے تمہیں اعتراض ہونا نہیں چاہیے۔ پسند تمہیں کوئی ہے نہیں اور حورا تنی پیاری بچی ہے۔"

"آپ کی بیٹی حور پیاری ہو گی نو ڈاؤٹ لیکن وہ ایک وکیل ہے!" جیسے اس نے سارا رونا اب سمیٹا اپنا۔

"تو؟ وکیلوں کی شادی نہیں ہوتی کیا؟"

"آپ سمجھ نہیں رہے کہ لڑکیوں سے بحث میں کوئی ویسے بھی جیت نہیں سکتا اور اگر وہ وکیل ہو تو۔۔۔۔۔"

"تم اب فوٹیج کھا رہے ہو داہم!" لہجے میں ہلکی سی بیزاری تھی لیکن پھر سنجیدگی سے کہا۔

"تم جانتے ہو کہ ابھی جو صورتحال ہے اس میں حور کی حفاظت بہت ضروری ہے۔"

"تو آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ میں اس کو تحفظ دے سکوں گا؟"

"تو کیا تم اپنی بیوی کو تحفظ نہیں دے سکو گے؟" سوال تو عام تھا لیکن لہجہ بہت کچھ باور کرا رہا تھا۔

"ویسے تو تم ایک سوفٹ ویئر انجینئر ہو لیکن تمہیں انسانوں کا سوفٹ ویئر بھی اپڈیٹ کرنا آتا ہے اور میں جانتا ہوں یہ بات۔"

"آپ اگر میری جھوٹی تعریف نہیں بھی کریں گے تو بھی میں مان جاؤں گا۔" اس نے مصنوعی خفگی سے کہا جبکہ مقابل اب کہ ہنس پڑے اور پھر اسکو گلے لگا یا۔

"اب زیادہ خوش ہونے کی ضرورت نہیں ہے، میں نے اپنے پسندیدہ انکل کی پریشانی کم کرنے کے لیے ہاں کی ہے ورنہ آپ کو تو اپنی بات منوانے بھی نہیں آتی۔" جبکہ مقابل بھی ہنس پڑے۔

رات کو خاموش آنسو بہاتے وہ کب سو گئی اس کو علم نہ ہوا۔ صبح اس کی آنکھ فجر کی نماز کے بعد اب کھلی تھی۔ اس کو سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ رات کو روئی کیوں تھی؟ داہم کا رویہ نارمل تھا لیکن اسکے الفاظ بالکل غیر متوقع تھے۔ "کیا ہوتا اگر وہ ساری فضول بات نہ کرتا بلکہ خاموش ہوتا۔ کیا ہوتا؟ اسکا تو کچھ نہیں جانا تھا نہ!" ابھی وہ یہ سب سوچ ہی رہی تھی کہ کمرے کا دروازہ کھلا اور داہم اندر آیا اور حور کو یوں اٹھا ہوا دیکھ کر وہیں دروازے پر ہی رک گیا۔ رات کو جو فضول باتیں

اس نے کہی تھیں اب وہ بھی انکو لے کر ذرہ شرمندہ تھا۔"کیا ضرورت تھی اس ساری بقواس کی ؟جب اپنے والد کے سامنے مان گئے تھے تو حور کے سامنے شوخیاں مارنے کی کیا ضرورت تھی؟" بالکل صحیح کہتے تھے اس کے والد "اس جیسے زبان دراز مردوں کے گھر واقعی نہیں بس سکتے !" ابھی وہ یہ سب سوچ رہا تھا کہ حور کی آواز اُبھری۔

"جس طرح یہ شادی آپ کے لیے ان ایکسپیکٹڈ تھی بالکل اسی طرح ابھی میں بھی آپ کے لیے بالکل ان ایکسپیکٹڈ ہوں گی، نہیں؟ تو کوئی بات نہیں ویسے بھی اگلے مہینے کیس سولو ہو ہی جائے گا تو تب تک کے لیے آپکو یہ کروہ گھونٹ پینا پڑے گا۔" مقابل کی باتوں سے صاف لگ رہا تھا کہ اس نے نہ صرف رات والی باتیں بہت اچھے سے سنی ہیں بلکہ دل، گردے اور پھیپھڑوں پر بھی لی ہے جبکہ اس بات پر داہم بس ایک گہری سانس بھر کر رہ گیا کیونکہ ابھی کوئی سیدھی بات کرنا بھی تیسری جنگ عظیم کی وجہ بن سکتا تھا اور ابھی وہ چاہتا تھا کہ راوی چین ہی لکھے۔

کچھ دیر بعد وہ دونوں کچن میں موجود تھے۔ داہم کے ہاتھ تیزی سے کٹنگ بورڈ پر چل رہے تھے اور وہ آملیٹ کے لیے سبزیاں کاٹ رہا تھا جبکہ حورا ابھی ہی کچن میں آئی تھی۔

"کیا یہ اتفاق تھا؟ شاید بلکہ نہیں یقیناً یہ ایک اتفاق تھا۔" داہم پر نظر پڑتے ہی اس نے بے اختیار سوچا تھا کیونکہ اتفاقاً ان دونوں نے ہی سفید رنگ کے کپڑے پہنے تھے لیکن خیر۔

"ناشتے میں کیا لو گی؟" اس نے مصروف سے انداز میں پوچھا۔

"میں اپنا ناشتہ خود بناؤں گی۔" اس نے بھی فرج میں سے آٹا نکالنا چاہا جو کہ فرج میں تھا ہی نہیں جبکہ اس بات پر داہم نے اب کہ اس کو دیکھا۔ سفید رنگ کے کرتے میں ملبوس بنا میک اپ کے وہ اسے بہت پیور لگی۔

Clubb of Quality Content

"اتوار کو میں ناشتہ بناتا ہوں۔ میری ایک عادت ہے۔" اب کہ اس نے عام سے انداز میں کہا۔" ویسے بھی اب تو باقی سارے دن تو تم ہی کھانا بناؤ گی، نہیں؟ تو اچھا نہیں کہ ہفتے میں ایک بار میری سروس سے بھی فائدہ لیا جائے۔" اب کہ اس نے ذرہ شرارتی لہجے میں کہا جبکہ حور نے اس کو اب گھورا لیکن پھر کہا۔

"ہمیں اپنی عادات خراب نہیں کرنی چاہیے۔نہ ہی میری وجہ سے تم کرو اور نہ ہی تُمھاری وجہ سے میں کروں گی۔"اب وہ پراٹھا بنانے کی تیاری میں تھی جبکہ اس بات پر پھر سے داہم بس اسکو دیکھ کر رہ گیا۔"مجھے ساری بات کلئیر کرنا ہوگی ورنہ پتا نہیں یہ محترمہ کیا سوچتی رہیں گی."اس نے بے اختیار سوچا۔

"ٹھیک ہے میں تمھاری بات سے اکتفا کرتا ہوں لیکن پھر بھی ناشتہ میں بناؤں گا اور یہ دیکھو تقریباً بن بھی گیا۔"یہ کہتے ہوئے اس نے آملیٹ الٹایا اور پھر چند لمحوں بعد اس نے آملیٹ کو پلیٹ میں رکھا۔

"یہ ناشتہ تیار ہو گیا۔"یہ کہتے ہوئے اس نے فروزن پراٹھوں کے ساتھ آملیٹ اسکو سرو کیا اور پھر خود اپنی پلیٹ لے کر حور کی ساتھ والی کرسی پر بیٹھ گیا۔جبکہ پلیٹ میں فروزن پراٹھے دیکھ کر بے اختیار ہی حور نے منہ بنایا۔

"تم یہ پراٹھے اتنے شوق سے کیوں کھاتے ہو؟"اس نے منہ بناتے ہوئے کہا۔اسکو ناشتے میں گھر کے بنے پراٹھے پسند تھے

"شوق سے نہیں مجبوری سے۔" مقابل نے کندھے اچکاتے ہوئے کہا۔ "پراٹھا بنانا مجھے نہیں آتا اور سیکھنے کی کوشش کی تھی ایک دفعہ تو ہم دونوں کے والد حضرات نے ہی کہا تھا اگر یہی ربری پراٹھے کھانے ہیں تو بہتر ہے فروزن پراٹھے کھالیا کرو۔" اب کہ اس نے تفصیل سے جواب دیا۔

"ویسے مجھے تم سے ایک اور بات بھی کرنا تھی۔" اب کہ داہم نے کھانا کھاتے ہوئے سرسری سا کہا جبکہ حور نے باقاعدہ کھانے سے ہاتھ روک کو سر اٹھا کر سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"پہلے کھانا کھالو پھر چائے پیتے ہوئے بات کریں گے۔" داہم کے جواب پر اس نے کندھے اچکائے اور اب کہ وہ پھر سے کھانا کھانے لگ پڑی۔

کچھ دیر بعد اب ان دونوں کے ہاتھ میں چائے کا کپ تھا اور داہم نے گلہ کھنکھارا۔

"حور میں اپنے کل کی رویہ کی معافی مانگتا ہوں یا یوں کہنا مناسب ہو گا کہ اپنے الفاظ کی۔۔" ابھی وہ کہہ ہی رہا تھا کہ بے اختیار اس نے اپنی بات کو سٹوپ کیا کیونکہ الفاظ بہت گڈ مڈ ہو گئے تھے جبکہ حور نے اب کہ اس کو حیران ہوتی نظروں سے دیکھا۔

Clubb of Quality Content

"پتا نہیں یار یہ میں ہر چیز کو کمپلیکس کیوں بنا رہا ہوں؟" اسے واقعی سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ بات کا آغاز کیسے کرے۔ "میں لیے دیے انداز میں بات کرنا نہیں چاہتا اس لیے شاید میری الفاظ گڈ مڈ ہو رہے ہیں۔" اب کہ اس نے بے ساختہ ایک لمبی سانس کھینچی۔

"تمہیں چیزوں کو کمپلیکس نہیں کرنا چاہیے اور نہ ہی اتنا فارمل ہو کر بات کرو۔" حور نے جیسے کہ مشکل حل کی۔

"میں نہ اس شادی کے لیے دل سے رضامند تھا اور اب بھی ہوں اور اس رشتے سے مطمئن بھی ہوں۔" اب کہ اس نے بات کا آغاز کیا اور الفاظ وہی زبان پر آئے جو کہ دل میں تھے جبکہ حور اب اسکوسن رہی تھی۔ "مجھے اس شادی سے یا تم سے کسی بھی قسم کا کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ یہ سب مجھے ان رئیلسٹک اس لیے لگا کیونکہ ایسا کہاں ہوتا ہے؟ کہ ابھی بات کی اور کل شادی ہو گئی ۔ مطلب کہ اتنی جلدی۔ تم سمجھ رہی ہو نہ کہ میں کیا کہنا چاہ رہا ہوں؟" اس نے بات کے درمیان حور کی جانب دیکھا اور پھر سے کہنا جاری کیا "میں یہ بھی نہیں کہہ رہا کہ مجھے پہلے منگنی کرنی تھی یا کچھ بھی اس طرح کا تا کہ انڈرسٹینڈنگ ہو سکے، نہیں کیونکہ مجھے یہ سب نہیں پسند لیکن مجھے وقت چاہیے تھا کہ میں خود کو دماغی طور پر تیار کر سکوں اور اپنی خامیوں پر کام کر سکوں لیکن کوئی بات نہیں میں وہ اب بھی کر سکتا ہوں۔" حور اس کی بات سن کر مسکرا دی جبکہ وہ ابھی

بھی اپنی بات کہہ رہا تھا۔"اور جو کل سب میں نے کہا کہ اگلے مہینے کیس کی آخری سنوائی ہے اور اس کے بعد تم جو چاہو وہ فیصلہ کر سکتی ہو۔وہ میں نے اس لیے کہا کہ شاید تم ابھی شادی نہیں کرنا چاہتی تھی اور اس کیس کی وجہ سے تمہیں انکل نے مجبور کیا ہو اور میں یہ بالکل نہیں چاہتا کہ میرا ہمسفر میرے ساتھ کسی مجبوری کی تحت رہے بلکہ میں چاہتا ہوں کہ میرا ہمسفر میرے ساتھ اپنی خوشی کی وجہ سے رہے مطلب کہ میں اسکا انتخاب ہوں۔"حور کو اچھا لگ رہا تھا داہم کے خیال جان کر اور اس کی باتیں سن کر۔"ہر کسی کی اپنی لائف پارٹنر سے کچھ نہ کچھ توقعات ہوتی ہیں اور ظاہر سی بات ہے میری بھی ہیں کہ میرا ہمسفر مشکل وقت میں میرے ساتھ رہے اور میری ہمت باندھے۔اپنی زندگی کے سب سے مشکل وقت میں جب میں اسکو دیکھوں تو مجھے واقعی یہ احساس ہو کہ اس انسان کے ساتھ یہ مشکل وقت بھی خوبصورتی سے گزرے گا کیونکہ یہ میرا حیاتی ہے اور اب ظاہر سی بات ہے کہ اگر میں اتنی ساری توقعات ایک شخص سے رکھوں گا تو بدلے میں میں بھی اپنی طرف سے پوری کوشش کروں گا کہ میں بھی اپنے ہمسفر کی توقعات پر پورا اتروں۔ باقی ہم سب انسان ہیں کہیں نہ کہیں غلطی کر ہی دیتے ہیں۔"آخر میں کہتے ہوئے اس نے حور کی جانب دیکھا جو کہ اسی کو دیکھ رہی تھی۔

"چپ کیوں ہو گئے ؟اتنی اچھی باتیں کر رہے تھے۔" حور نے نرم لہجے میں کہا جبکہ مقابل اب کہ ذرہ جھینپ گیا۔ پھر کچھ دیر بعد داہم کی آواز ابھری۔

"یہی سب باتیں تھیں جو میں تمہیں بتانا چاہتا تھا اور اپنی جھنجھلاہٹ اور منفی خیالات کی وجہ سے کل نہیں بتا پایا تھا۔" اب کہ اس نے ایک گہرا سانس لیا۔

"ویسے اچھی بات ہے کہ تمہیں معلوم ہے کہ یہ سب باتیں تمہیں کل کرنی چاہیے تھیں." جبکہ مقابل شرمندہ ہوا پھر خود ہی بول پڑا۔

"میرے بابا کہتے ہیں کہ میری زبان بہت لمبی ہے اور بعض اوقات بہت فضول بول جاتا ہوں۔" اس نے جیسے اعتراف کیا۔

Clubb of Quality Content

"اوہوں! انکل یہ تو نہیں کہتے بلکہ کہتے ہیں کہ زیادہ زبان چلانے والے مردوں کے گھر نہیں بستے۔" یہ کہتے ہوئے اس نے بے ساختہ اپنے ہاتھ اپنے منہ پر رکھے اور نفی میں سر ہلایا کیونکہ یہ الفاظ بہت بے دیہانی میں زبان سے پھسلے تھے جبکہ ان الفاظ پر پہلے تو مقابل نے اسکو چند لمحے دیکھا پھر ہنس دیا۔

"ویسے تمہیں کیسے پتا؟" اپنی ہنسی کو قابو میں لاتے ہوئے پوچھا۔

"کیونکہ وہ میرے بابا کو بھی یہی کہتے ہیں اور ایک دفعہ میں نے آپ کی، انکل کی اور بابا کی بات سنی تھی اور آپ کو یہی جملہ کہا گیا تھا۔"

"اواچھا" اب کہ مقابل کے ہونٹ او کی حالت میں سکڑے اور پھر اس نے کہا۔

"میں نے معافی مانگ لی تو کیا تم نے مجھے معاف کر دیا؟"

"پر مجھے تو سنائی ہی نہیں دیا کہ آپ نے معافی مانگی کب۔" مقابل نے شرارتی لہجے میں کہا۔

"یہ جو میں نے ابھی اتنا سب بولا تھا." اس نے یاد کرانا چاہا۔

"وہ تو اپنے خیالات بتائے تھے معافی تو نہیں مانگی تھی" جبکہ حور کی شرارت کو سمجھتے ہوئے اب کہ داہم نے پھر سے کہنا جاری کیا۔

"مسز حور کیا آپ مجھے گزشتہ رویے کے لیے معاف کر دیں گی؟" اب کہ اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اگر نہ کروں تو؟" مقابل نے اپنی مسکراہٹ دباتے ہوئے کہا۔

"تو پھر آپکا اپنا نقصان ہے کیونکہ میں ایک اچھا شوہر ثابت ہو سکتا ہوں۔" اس نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا فائدہ جب آپکو پراٹھا ہی بنانا نہیں آتا؟"اب کہ اس نے مصنوعی دکھ سے کہا جبکہ مقابل اب کہ ذرہ خجل ہوا لیکن پھر بولا۔

"تو جب گھر میں آپ جیسی عظیم کک موجود ہیں تو میں ان سے سیکھ لوں گا۔"

"میں تو زیادہ فیس لوں گی اور آپ افورڈ نہیں کر پائیں گے۔"اس نے شرارتی لہجے میں کہا

"تو اچھی بات ہے نہ آپ بس مجھے پراٹھا بنانا سیکھا دیجئے گا میری بیوی مجھ سے خوش ہو جائے گی تو مجھے معاف بھی کر دے گی۔آپکی فیس میں ہر مہینے دیتا رہوں گا۔"جبکہ اب حور بھی ہنس پڑی۔

"معاف کیا لیکن پہلی اور آخری بار کیونکہ یہ غلطی دوبارہ دہرانے پر معافی نہیں ملے گی کیونکہ میں یہ کبھی برداشت نہیں کروں گی کہ میرا ہمسفر زندگی کے کسی بھی لمحے میں مجھے بے مول کرے کیونکہ ہر لڑکی چند ایک بنیادی باتوں کی اپنے شوہر سے توقع کرتی ہے وہ یہی ہوتی ہیں کہ وہ کبھی بھی زندگی کے کسی بھی موڑ پر اس کو بے مول نہ کرے۔محبت تو ہو جاتی ہے لیکن اگر محبت میں عزت نہ ہو،احترام نہ ہو تو وہ محبت معنی نہیں رکھتی۔ہر لڑکی کو اپنے شوہر پر مان بھی ہوتا ہے ۔"اب کہ اس نے بھی اپنی بات کہی۔

"میں آئندہ پوری کوشش کروں گا کہ کبھی بھی ایسا نہ کروں اور رہی بات محبت کی تو وہ تو انسان کو اپنے محرم سے ہو جاتی ہے لیکن عقیدت، انسیت، وفاداری، عزت و احترام کے بغیر محبت کا کوئی وجود ہی نہیں اور تم بس میری عزت نہیں ہو بلکہ میرے لیے قابل عزت ہو اور قابل احترام بھی ہو۔ تمہارے حصے میں ہمیشہ میری وفاداری ہی آئے گی اور رہی محبت تو وہ ویسے بھی ان سب کے بغیر نامکمل ہوتی ہے۔" یہ کہتے ہوئے اس نے مقابل کا ہاتھ تھاما اور اپنے ساتھ لگا یا۔

محبت نے اب تو دستک دے ہی دی تھی اور دل نے اب کہ اس دستک پر دروازے بھی کھول دیے تھے۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

کچھ دیر بعد وہ دونوں مصطفی صاحب کے گھر پر موجود تھے اور وہاں پر علی صاحب بھی موجود تھے۔ وہ سب اب کہ ہلکی پھلکی باتیں کر رہے تھے جب علی صاحب نے داہم پر بر وقت جوابی وار کیا۔

''اور بتاؤ داہم، کل سے اب تک کتنی دفعات سنائی ہیں تمہیں حور نے؟''ان کا انداز سراسر مقابل کو تنگ کرنے والا تھا جبکہ اس بات پر مقابل سٹپٹا گیا کیونکہ حور نے بھی نا سمجھی سے داہم اور علی صاحب کو دیکھا جبکہ مصطفیٰ صاحب مسکرا دیے۔

''کیا مطلب؟''داہم کے خاموش رہنے پر حور نے کہا جبکہ داہم کو واقعی اپنے والد صاحب کے الفاظ درست ہوتے ہوئے نظر آرہے تھے کہ **زیادہ زبان چلانے والے مردوں کے گھر نہیں بسا کرتے** اور اس نے بے اختیار ہی اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔

''کچھ بھی نہیں وہ کیس کی بات کر رہے ہیں کہ تم نے مجھ سے کتنا ڈسکس کیا۔''اس کو جیسے کوئی اور بہانہ نہ ملا جبکہ اس کی ایسی حالت پر علی صاحب کو بہت مزہ آیا تھا اور مصطفیٰ صاحب کی ہنسی بھی بے اختیار تھی جبکہ حور نے ان دونوں کو دیکھا جو پتا نہیں کس بات کو اتنا انجوائے کر رہے تھے۔

''تم نے بتایا نہیں داہم؟''اب کہ مصطفیٰ صاحب نے بھی ٹانگ کھینچی جبکہ داہم کو اپنے اس اعتراض پر اب کہ واقعی غصہ آیا تھا ابھی تو وہ سب کچھ کلئیر کر کے آیا تھا اور اب اپنے والد اور سسر کی باتیں سن کر اسکو لگ رہا تھا کہ آج تو واقعی کوئی دفعات سنائی جائیں گی اسکو۔

‘‘آپ حور سے پوچھ لیں۔ بتاؤ حور کون کون سی دفعات اس کیس پر لگ سکتی ہیں۔" اب کہ اس نے بات میں حور کو گھسیٹا اور اپنی خلاصی کروائی جبکہ حور کو سمجھ آگیا تھا کہ یہ بات کیس کی نہیں ہو رہی بلکہ کوئی اور بات ہے لیکن بات ہے کیا وہ اسکو ابھی بھی سمجھ نہیں آرہی تھی اس لیے اس نے خاموش رہنا مناسب سمجھا اور پھر اسی طرح وہ سب باتیں کرتے رہے۔

ناولز کلب
Club of Quality Content

اب کہ وہ واپس جانے لگے تھے جب حور مصطفیٰ صاحب سے ملنے گئی۔

‘‘خوش ہے ہماری بیٹی؟" انہوں نے پیار سے پوچھا۔

‘‘خوش اور مطمئن دونوں الحمدللہ۔" اس نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔

‘‘مجھے امید ہے کہ داہم تمہیں کوئی شکایت کا موقع نہیں دے گا اور نہ ہی تم اسکو کوئی شکایت کا موقع دو گی۔" انہوں نے نرمی سے کہا۔

"ویسے ایک شکایت ہے مجھے۔" اس نے اب کہ ذرہ سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا جبکہ مصطفیٰ صاحب نے تعجب سے دیکھا۔

"کیا؟"

"آپ کے داماد کو پراٹھے بنانے نہیں آتے۔" ان نے جیسے مصنوعی دکھ سے کہا جبکہ مصطفیٰ صاحب اب کہ ہنس دیے۔

"میرے خوش ہونے کی فکر ہے لیکن خود آپ اتنا کم ہنستے اور مسکراتے ہیں۔" اس نے جیسے شکوہ کیا۔

"میں بہت دیر سے اللہ کی رضا میں راضی ہوا ہوں پنی زندگی میں اس لیے اب میں مطمئن ہوں لیکن آہستہ آہستہ خوش بھی ہو جاؤں گا۔" انہوں نے ایک آسودہ مسکان لیے کہا۔

"ویسے میں اتنا حیران ہوتی ہوں کبھی کبھی آپ پر۔ میں نے بس کتابوں میں پڑھا تھا کہ کسی انسان کے جانے سے انسان کا دل مرجھا جاتا ہے لیکن آپ کو دیکھ کر میں واقعی حیران ہوتی ہوں۔"

"تمہیں پتا ہے دختر جب تمہاری ماں نے اپنی چمکتی آنکھیں ہمیشہ کے لیے بند کی تھی نہ تو مجھے لگا تھا کہ میری بھی سانس بند ہو جائے گی لیکن ایسا نہیں ہوا۔ پھر میں نے تمہاری وجہ سے اپنی زندگی کو نارمل کرنا چاہا اور ابھی کہ میں اپنے اس خسارے پر راضی بھی نہیں ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے میری ہمت یعنی کہ میرے والد بھی لے لیے اور یہ دونوں خسارے بہت زیادہ تھے میرے لیے جن کی بڑپائی میں کبھی نہیں کر پایا اور نہ ہی کبھی ہو گی۔" ان کے لہجے میں رنج تھا۔

"میں بہت مایوس تھا لیکن سانسیں چل رہی تھیں اور میں اب تم سے بھی منہ نہیں موڑ سکتا تھا کیونکہ اسکی سزا پہلے ہی کاٹ چکا تھا۔ تمہیں کھوتے کھوتے بچا تھا دوبارہ یہ رسک لینا بہت مشکل تھا اور ناممکن بھی تھا۔ اس لیے میں نے جینے کی بھونڈی نقل سیکھ لی۔ اس دوران میں اللہ کی رضا میں راضی نہ ہو پایا۔" اب کہ جیسے وہ شرمندہ تھے لیکن۔ سر جاری رکھی "لیکن پھر جب تم بڑی ہوئی تو مجھے احساس ہوا کہ تم کس قدر صبر کرنے والی ہو، میں بہت بار شکوے کر جاتا تھا لیکن تم نے کبھی نہیں کیا اللہ سے شکوہ۔ تمہاری بھی ماں تھی لیکن تم نے ہمیشہ اللہ کی رضا میں راضی ہونا چاہا اور پھر تم مطمئن ہو گئی اور خوش بھی رہنے لگ پڑی۔ میں نے تمہیں دیکھ کر اپنے خساروں پر اللہ کی رضا میں راضی ہونا سیکھا ہے اور اب میں اس فیس میں ہوں جس فیس سے تم بہت پہلے ہی گزر چکی ہو یعنی کہ اب میں مطمئن ہوں اور آہستہ آہستہ خوش بھی ہو جاؤں گا۔ تم مجھے بہت عزیز

ہو کیونکہ میں نے تمہیں دیکھ کر ہی ہیل ہونا سیکھا ہے۔ تم میرے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے تحفہ ہو میری چاند سی دختر۔" یہ کہتے ہوئے انہوں نے حور کے سر پر پیار دیا اور پھر ماتھے کا بوسہ لیا۔

"میں تو جانتی بھی نہیں تھی کہ میں اپنے والد صاحب کے لیے موٹیویشن ہوں۔ اس کا اندازہ تو مجھے اپنی تیئیس سالہ زندگی میں آج پہلی بار ہوا ہے۔" اس نے نم آنکھوں سے شرارتی لہجے میں کہا۔

"یو آر دا بیسٹ فادر ان دا ورلڈ، ینگ مین۔" یہ کہتے ہوئے اس نے اپنے والد کے آنسو صاف کیے اور ان کے گلے لگ گئی۔ "لیکن اب آپ اللہ کی رضا میں راضی ہو گئے ہیں نہ تو اب خوش ہونا بھی سیکھیں۔"

"بالکل میں کوشش کروں گا۔"

اس کے بعد داہم اور حور چل دیے جبکہ مصطفیٰ صاحب نے اب تہیہ کیا تھا کہ وہ اب واپس خوش ہونا سیکھیں گے۔

Clubb of Quality Content

مصطفی صاحب اور علی صاحب جب ان دونوں کے جانے کے بعد اب دوبارہ آ کر بیٹھے تو علی صاحب نے کہا۔

"میاں بیٹی کو کل رخصت کیا تھا آج کیوں آنسو بہا رہے ہو؟ ہر بار اس طرح رو کر بھیجو گے تو یہ کوئی اچھی بات ہے؟" اس بات پر مصطفی صاحب نے اپنی نم آنکھیں صاف کیں پھر کچھ دیر بعد مسکراتے ہوئے بولے۔

" "تمہیں شرم تو نہ آئی بیٹے کی بیوی کے سامنے شادی کے پہلے ہی دن اس کا مذاق اڑاتے ہوئے۔" ان کو جیسے ابھی یاد آیا تھا کہ کیسے بیچارے داماد نے اپنی خلاصی کروائی تھی۔

"اتنا مزاق تو چلتا رہتا ہے ہم باپ بیٹے میں۔ جب اسکی والدہ حیات تھیں نہ تو تم سوچ ہی نہیں سکتے تھے کہ کس طرح میں اپنی خلاصی کراتا تھا کیونکہ صاحب زادے ایک موقع نہیں چھوڑتے تھے میری ٹانگ کھینچنے کا اپنی والدہ کے سامنے۔" اب کہ علی صاحب نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔

گاڑی اب کہ واپسی کے سفر پر رواں تھی۔رات کافی ہو چکی تھی اور گاڑی میں بھی خاموشی تھی کہ اس خاموشی کو حور نے توڑا۔

"کون سی دفعات کی بات کر رہے تھے بابا اور انکل "اس کو جیسے یاد آیا جبکہ داہم نے بے اختیار ہی حور کو دیکھا۔

"کچھ بھی نہیں بتایا تو تھا اسی کیس کے متعلق۔"اس نے وہی بہانہ دوبارہ بنایا۔

"وکیل میں ہوں۔"اس نے جیسے باور کروایا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"تو؟"

"تو یہ کہ ڈیفینڈ کرنے کا کام میرا ہے اور یہ کام آپ کر رہے۔"اب کہ اس نے شرارتی انداز میں کہا جبکہ مقابل اب کہ ہنس دیا۔

"بالکل آپ وکیل ہیں زوجہ! لیکن آپ کے ساتھ رہتے ہوئے مجھے کم از کم خود کو ڈیفینڈ کرنا آنا چاہیے باتوں میں بس اسی کی پریکٹس کر رہا ہوں "اس نے بھی شرارتی لہجے میں کہا۔ابھی ان دونوں کی یہ بحث چل ہی رہی تھی کہ اچانک ہی داہم کو کچھ غیر معمولی محسوس ہوا جیسے کوئی انکا

پیچھا کر رہا ہے اوہ وہ اس بات کو ہلکے میں نہیں لے سکتا تھا اور نہ ہی لاپرواہی برت سکتا تھا اس لیے اس نے ڈیش بورڈ میں پستول کی موجودگی کو لازمی دیکھا اور پستول کو اپنے پاس دیکھنے کے بعد اس نے گاڑی کی سپیڈ بھی بڑھادی۔ یہ سب کام اس نے معمولی انداز میں کیے تاکہ حور کو کوئی شک بھی نہ ہو۔ جیسے ہی اس نے گاڑی کی رفتار تیز کی ویسے ہی دوسری گاڑی کی رفتار بھی تیز ہوئی اور اسکا شک یقین میں بدل گیا اور پھر کچھ ہی لمحوں بعد ہوا میں فائرنگ کی ایک آواز گونجی جس کو سن کر حور کی چیخ بے اختیار تھی۔ یقیناً اس گولی کا نشانہ انکی گاڑی تھی لیکن بروقت گاڑی کی ڈائریکشن کو بدل کر اس وار کو کاری کیا گیا تھا اور اس سے پہلے کہ ہوا میں دوسری گولی کی آواز بھی ابھرتی داہم نے اب کہ گاڑی کا شیشہ نیچے کیا اور اپنے سے پچھلی گاڑی کے ٹائر کا نشانہ لیا۔ گولی بالکل نشانے پر تھی اور اس طرح دوسری گاڑی کا توازن بگڑا اور وہ کہیں پیچھے رہ گئی جبکہ اس موقع کو غنیمت جانا گیا اور داہم نے اپنی گاڑی آگے بھگالی۔ اس سارے منظر میں حور بس خاموش تماشائی بنی ہوئی تھی۔

کچھ دیر بعد وہ دونوں گھر میں موجود تھے جبکہ حور ابھی بھی اس منظر کو بھلا نہیں پائی تھی۔اپنے پوری کریر میں اس نے کبھی اسی صورتحال کا سامنا نہیں کیا تھا۔فون پر دھمکی کو ہوا میں اڑانا اور حقیقت میں موت کو قریب سے دیکھنا یہ دونوں ہی مختلف چیزیں ہیں اور اس بات کا اندازہ حور کو بھی ہوا تھا۔داہم جانتا تھا کہ ابھی وہ ڈری ہوئی ہے۔

"ویسے اللہ کے کرم سے ہم اس صورتحال سے اب کہ باہر نکل چکے ہیں۔"اس نے ہلکے پھلکے انداز میں کہا۔

"میری ماں بھی اسی طرح ماری گئی تھیں،داہم۔"اس کے دماغ میں اپنے والد کی ڈائری میں حورین کی موت کا واقعہ گھوما جبکہ اس جواب پر مقابل کو دکھ بھی ہوا لیکن وہ یہ جان بھی گیا تھا کہ ڈر کس حد تک ہے۔

"میری موجودگی میں تم ہمیشہ محفوظ ہو۔"اس نے کہا۔

"لیکن موت کو کوئی روک نہیں سکتا۔"وہ ابھی بھی ڈر اور صدمے میں تھی۔

"موت کو روکا نہیں جاسکتا لیکن اس طرح کی حملے کرنے والوں کو عبرت کا نشان لازمی بنایا جا سکتا ہے۔"اس نے جیسے بتایا کہ موت برحق ہے لیکن موت دینے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے اسکے

بندے نہیں لیکن حور کی آنکھوں میں اب کہ آنسو تھے۔اب وہ اس خوف سے نکل چکی تھی لیکن دل اور دماغ نے جیسے حورین کی موت کا واقعہ اب کہ فلم کی صورت اسکو دکھایا تھا جس پر اسے بہت تکلیف ہو رہی تھی۔

"انہوں نے میری ماں کو بھی ایسے ہی مارا تھا، داہم۔" اس نے یہ الفاظ بہت تکلیف سے کہے تھے جبکہ داہم نے اب کہ اس کو اپنے ساتھ لگا یا۔

"یار تم یہ نہ دیکھو کہ تمہاری والدہ کی موت کیسے ہوئی بلکہ یہ دیکھو کہ کیوں ہوئی تھی۔ موت تو بر حق ہے ہم اس کو تو نہیں روک سکتے۔ ہو سکتا ہے کہ اگر یہ واقعہ انکی موت کا ذمہ دار نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ کسی اور طریقے سے انکو اپنے پاس بلا لیتے۔" اس نے نرمی سے کہا۔ "تم بس یہ سوچو کہ اس کیس کی وجہ سے انہوں نے اپنی جان گنوائی تھی اور تم نے انکی قربانی ضائع نہیں ہونے دینی۔ انہوں نے خود پر تمہیں فوقیت دی تھی تو تمہیں بس ہمت نہیں ہارنی۔ میں ہر قدم پر تمہارے ساتھ ہوں۔" جبکہ حور اب کافی حد تک سنبھل چکی تھی۔

آج حور بھی گھر پر تھی تو اس نے سوچا کہ کیوں نہ کھانے میں آج کچھ زبردست سا بنایا جائے ورنہ روز چونکہ وہ دونوں کام پر ہوتے تھے تو واپسی پر کچھ ہلکا پھلکا سا کھانا بنایا جاتا تھا جس میں دونوں فراقین ہی کچن میں موجود ہوتے تھے۔ حور کھانا بناتی تھی اور داہم کچن میں اسکی مدد کرتا تھا۔ آج حور نے بڑے دل سے کھانا بنایا۔ ویسے بھی وہ ککنگ میں بہت اچھی تھی۔ آج اس نے بریانی کے ساتھ کباب بنائے اور میٹھے میں لب شیریں بنائی۔ کھانا بناتے بناتے شام کے پانچ بج چکے تھے اور اب کہ داہم بھی آنے والا تھا تو اب کہ وہ فریش ہونے واشروم میں چلی گئی۔ اس نے فریش ہو کر کالے رنگ کی لمبی قمیص پہنی اور ساتھ ہم رنگ پلازو اور دوپٹا۔ بالوں کی اس نے فرینچ چٹیا بنائی جو کہ وہ ہمیشہ گھر میں بنائے رکھتی تھی۔ ابھی اسکی تیاری مکمل ہوئی کہ داہم بھی آ گیا۔ داہم جب کمرے میں داخل ہوا تو اس کی نظر حور پر پڑی۔ اتنے گھریلو انداز میں اس نے حور کو کافی دیر بعد دیکھا تھا۔

"آج پراسیکیوٹر حور صاحبہ کہاں ہیں؟" اس نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا جبکہ حور اب کہ مسکرا دی۔

"وہ تو آج چھٹی پر ہیں اگر آپکو ان سے ملنا ہے تو کل انکے دفتر میں جائیے گا۔" اس نے بھی اسی انداز میں کہا جبکہ داہم اب کہ ہنس پڑا۔

"آج تو آپ محترمہ اپنی اپنی سی لگ رہی ہیں۔"

"تو روزانہ نہیں لگتی کیا؟"

"ہمیشہ ہی اپنی لگتی ہو لیکن کیجول حلیے میں زیادہ خوبصورت اور اپنی اپنی لگ رہی ہو۔" داہم نے مسکرا کر کہا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

کچھ دیر بعد وہ دونوں کھانے کی میز پر موجود تھے اور اتنے اہتمام سے بنے کھانے کو دیکھ کر داہم کے ابرو ستائش میں ابھرے۔

"آج اتنا اہتمام کیوں؟" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ویسے ہی میرا دل کر رہا تھا۔ گھر پر فارغ تھی تو سوچا کیوں نہ مزیدار سا کھانا بنایا جائے۔" حور نے بھی مسکرا کر جواب دیا۔ اس کا جواب سن کر داہم نے پہلے حور کی پلیٹ میں کھانا نکالا اور پھر

اپنی پلیٹ میں۔ یہ اسکے روز کا معمول تھا۔ حوراب کہ اسکا کھانے کا انتظار کر رہی تھی۔ جیسے داہم نے پہلا نوالہ لیا تو حور نے اشتیاق سے اسکی طرف دیکھا اور پوچھا۔

"کھانا کیسا لگا؟" اس نے جس اشتیاق سے پوچھا تھا کہ داہم اب کہ ہنس دیا۔

"ہنسے کیوں؟" اس نے منہ پھلاتے ہوئے پوچھا۔

"جب میری والدہ کھانا بناتی تھیں نہ تو جیسے ہی بابا پہلا نوالہ لیتے تھے تو وہ بھی اسی اشتیاق سے ہر بار یہی سوال پوچھتی تھیں۔" اس نے جیسے اس یاد کو تازہ کیا تھا جبکہ حور کو اب علی صاحب کا جواب جاننے کا تجسس ابھرا۔

"تو آپ کے والد کیا کہتے تھے؟" اشتیاق سے پوچھا۔

"کیا گھر کی ملکہ بھی کبھی بدزائقہ کھانا بنا سکتی ہے؟" اس نے حور کو دلچسپ نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا جبکہ حوراب کہ جھینپ دی۔ "ویسے تو ابھی میں نے آپ کی تعریف ہی نہیں کی تو آپ کیوں بلش کر رہی ہیں؟" اس نے اب کہ پھر دلچسپی سے دیکھتے ہوئے کہا جبکہ حور کو واقعی سمجھ نہیں آیا کہ وہ کیوں بلش کر رہی تھی۔ وہ مزید سرخ پڑتی خاموش ہوگئی۔ اندازہ لگانا مشکل تھا

کہ یہ سرخی شرمانے کی باعث ہے یا شرمندگی۔ پھر کچھ دیر بعد اسکے چہرے سے نظریں ہٹاتے ہوئے داہم نے مسکرا کر کہا۔

"آپ بھی تو میرے گھر کی ملکہ ہیں۔" جبکہ اس جواب پر واقعی میں حور بلش ہوئی تھی اور داہم ہنس دیا۔" ویسے میں سوچ رہا تھا کہ جو آپکا مقام ہے مجھے آپ کو اسی مقام سے بلانا چاہیے زوجہ." اس نے اپنی مسکراہٹ پر قابو پاتے کہا۔

"اور میرا مقام کیا ہے؟" اب کہ حور نے پھر سے اشتیاق سے پوچھا۔

"ملکہ۔ آپ اس بندہ خاک اور اس گھر کی ملکہ ہی تو ہیں۔ تو آج سے میں آپکو ملکہ کہہ کر ہی مخاطب کروں گا، اوکے زوجہ؟" جب کہ اس بات پر حور پھر سے بلش کر گئی۔

"ویسے یار اتنی چھوٹی چھوٹی بات پر بلش کون کرتا ہے؟" اب کہ داہم نے پھر مسکرا کر پوچھا جبکہ حور بے ساختہ مسکرائی۔ پھر اس نے داہم کا دیہان کھانے کی طرف کیا۔

"کھانا ٹھنڈا ہو جائے گا۔" اور پھر اسی طرح ہلکی پھلکی باتوں کے درمیان کھانا کھایا گیا۔

کل اس کیس کی اب کہ آخری سنوائی تھی اور حور سمیت سب ہی بہت پریشان تھے سوائے داہم کے۔۔ صطفی صاحب نے حور کو باقاعدہ تلقین کی کہ وہ گھر سے باہر نہ نکلے۔

"حور تم اب کل بس کورٹ جانے کے لیے گھر سے باہر نکلو گی۔" انہوں نے اسے کہا۔

"بابا اب میں بس ایک خوف کی وجہ سے تو گھر میں نہیں بیٹھی رہ سکتی نہ۔" اس کو انکا خوف سمجھ آرہا تھا لیکن ابھی وہ انکو یہ بتانا چاہتی تھی کہ اس طرح چھپ کر گھر بیٹھنا بزدلوں کی نشانی ہے۔

"بابا موت برحق ہے اور میں اور آپ اس کو روک نہیں سکتے اس لیے پریشان ہونا چھوڑ دیں۔" اس نے جیسے انکو حوصلہ دیا۔

"حورین بھی اس کیس سے ایک دن پہلے بہت پرجوش اور خوش تھی۔ اس نے کہا تھا کہ وہ اس کیس کے بعد اپنا کریر چھوڑ دے گی اور میرے ساتھ بھرپور زندگی گزارے گی۔ حور اس کو بہت چاہت تھی تمہیں اپنی گود میں لینے کی۔ تمہارے بال سنوارنے کی، تم سے لاڈ اٹھانے کی۔" وہ بہت جذبات سے کہہ رہے تھے اور ان کے چہرے پر ایک مسکراہٹ تھی۔ "لیکن شاید قدرت کو کچھ اور منظور تھا۔" اب کہ ان کے چہرے پر ایک آسودہ مسکان آگئی اور لہجہ بھرا گیا جبکہ حور کی پلکیں بھی نم ہوئیں۔ اس نے کبھی اپنی والدہ کا لمس محسوس نہیں کیا تھا لیکن ہر بار انکے ذکر پر وہ

اتنی رنجیدہ ہو جاتی تھی جیسے اس نے ان کے ساتھ برسوں بتائے ہوں۔ان کے ذکر پر وہ ایک چھوٹا بچہ بن جاتی جس سے دنیا نے اسکی سب سے قیمتی چیز چھین لی اور اس کے پاس اب کہ سوائے صبر کرنے کے اور کوئی چارہ نہ تھا۔"مجھے ڈر لگتا ہے حور تمہیں کھونے سے۔پتا نہیں میں نے تمہیں اس کیس کی اجازت کیوں دی۔" وہ اب کہ واقعی بے بس تھے انکے لہجے میں خوف بھی تھا۔اسی کیس نے ان سے انکی محبوب بیوی چھینی تھی اور اب وہ اپنی چاند سی دختر کو کھونا نہیں چاہتے تھے اور اس بات کا خوف ان کے لہجے میں واضح تھا۔

"آپ ایک باہمت شوہر تھے اور ایک باہمت باپ ہیں، ینگ مین۔آپ نے ہمیشہ سے حق کا ساتھ دیا اور آپ اپنے خساروں کے باوجود بھی حق اور باطل کی لڑائی سے پیچھے نہیں ہٹے۔اس ڈر کو اپنی ہمت اور حوصلے پر حاوی ہونے نہ دیں بلکہ اس کو اکھاڑ کر پھینک دیں۔اللہ پاک انشاللہ ہماری مدد کرے گا۔" حورین کے ذکر پر وہ چاہے جتنی بھی بچہ بن جاتی لیکن اپنے باپ کے سامنے اسکو ہمت نہیں ہارنا تھی کیونکہ وہ جانتی تھی کہ اسکے والد اسکی والدہ کی وفات کے کتنے عرصے بعد اپنی زندگی طرف لوٹے تھے۔ان سے بات کرنے کے بعد اس نے فون رکھ دیا لیکن ابھی بھی وہ رنجیدہ تھی۔اسے آج اس دنیا اور اس کے لوگوں سے شکایت ہوئی تھی کہ کیسے انہوں نے ایک چھوٹی سی بچی جو کہ ابھی اس دنیا میں بھی نہیں آئی تھی سے اسکی والدہ چھین لی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

اس کے والد کو اتنے مشکل حالات سے گزرنا پڑا۔اسکو آج شکایت ہوئی تھی۔اس کی آنکھیں نم ہوئیں تھیں۔اس کی آنکھوں کے سامنے اپنی ماں کا چہرہ گھوما تھا۔وہ ذہین اور چمکتی آنکھیں اس کے سامنے آج مسکراتے ہوئے آئیں تھیں اور پھر وہ بھی نم آنکھوں سے مسکرا دی۔

داہم نے اس کو اسکی سوچوں سے باہر نکالا۔

"کہاں کھوئی ہیں ملکہ زوجہ۔"اس نے مسکرا کر کہا جبکہ حورین کی آنکھیں نم تھیں۔

"بابا کی کال آئی تھی وہ بہت خوفزدہ تھے اور رنجیدہ بھی تھے۔وہ اس وقت کو سوچ رہے تھے جب میری ماما نے اس کیس کی خاطر اپنی جان گنوائی تھی۔"اسکی آواز میں بھاری پن اسکے رونے کی چغلی کر رہا تھا۔"کوئی اتنا ظالم کیسے ہو سکتا ہے؟کوئی کسی بچے سے اسکا بچپن کیسے چھین سکتا ہے؟کیسے اس کو اپنی ماں کے لمس کے لیے تڑپا سکتا ہے؟"وہ آج اس دنیا کے لوگوں سے شکایت کر رہی تھی۔یہ وہی حور تھی جو اپنے والد کے سامنے صبر کرتی تھی لیکن تنہائی میں اسے بھی اس دنیا کی بے حسی سے شکایت تھی۔اس کی آواز اب کہ رندھ چکی تھی کہ داہم نے اسکو اپنے ساتھ لگایا۔ ابھی وہ اسکو کچھ سمجھا نہیں سکتا کیونکہ ابھی اسکو کوئی ایسا شخص چاہیے تھا جو اسکا غبار سن لے اور وہ ابھی اس کے لیے سماعت کا کام کر رہا تھا۔جب کچھ دیر بعد وہ خاموش ہوئی تو اس نے ایک سوال کیا۔

''اگر ہم کیس ہار گئے تو؟''اس کے لہجے میں ہلکا سا خوف تھا۔

''ہم کیس نہیں ہاریں گے،انشاءاللہ."اس نے ایک عزم سے کہا۔"اچھے کی امید رکھو۔"اس نے نرمی سے اس کے بال سہلاتے ہوئے کہا۔

''چلو آئسکریم کھانے چلتے ہیں۔"اس نے اسکا دماغ بھٹکانا چاہااور وہ کامیاب بھی ہو گیا۔

''میں بس عبایہ پہن کر آئی۔"وہ بھی کہتی چل دی کیونکہ وہ بھی چاہتی تھی کہ اسکا دیہان بھٹکے ۔جب کہ اس کے جانے کے بعد داہم کے دماغ میں کچھ دیر پہلے کا منظر گھوما۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

ادھیڑ عمر کا ایک شخص ریستوران میں بیٹھا کسی کا انتظار کر رہا تھا۔وہ بار بار گھڑی کو دیکھ رہا تھا کہ اچانک اسکا انتظار اپنے اختتام کو پہنچا اور بھوری آنکھوں میں سنجیدگی لیے ایک شخص اس کے سامنے والی کرسی میں آکر بیٹھا۔ اس کے بیٹھتے ہی اس ادھیڑ عمر شخص کی طنزیہ آواز اُبھری۔

''تم نہیں جانتے کہ کیس کی سنوائی سے ایک دن پہلے جج سے ملنے کا مطلب کیا ہوتا ہے؟"جب کہ مقابل اب کہ بالکل سنجیدگی سے اسکو تک رہا تھا۔اس کو اپنی جانب اس طرح دیکھتے ہوئے مقابل غیر آرام دہ ہوا۔ پھر کچھ دیر بعد اس بھوری آنکھوں والے شخص نے سنجیدگی سے کہا۔

''کل کے کیس کا فیصلہ بالکل ایمانداری سے ہونا چاہیے۔"

''تم نے مجھے بس یہ کہنے کے لیے بلایا ہے؟"جج کی آواز میں طنز تھا جبکہ مقابل نے اب کہ اپنی بات جاری رکھی۔

''اگر کل مجرموں کو سزا نہ ملی تو یہ کیس پھر نیب تک جائے گا اور ایک میجر کے لیے یہ سب اپنے اختیارات اور تعلقات کی بنا پر کرنا بہت آسان ہے اس کے بعد جو کچھ تمہارے ساتھ ہو گا اس سے تم بھی واقف ہو۔"اس نے سپاٹ انداز میں کہا۔

''تم مجھے دھمکا رہے ہو؟"

''حقیقت بیان کر رہا ہوں۔"

''بہت آئے تم جیسے۔"جب کہ اس بات پر مقابل نے ایک کارڈ نکالا اور اس پر واضح لکھا تھا میجر داہم علی۔اب کہ مقابل ٹھنڈا پڑا۔ پھر وہ شخص اٹھا اور چلا گیا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

حال:

کچھ دیر بعد وہ دونوں اب کہ آئس کریم پارلر موجود تھے اور اب والا داہم بالکل مختلف تھا اس داہم سے جو ابھی کچھ دیر پہلے اس جج سے مل کر آیا تھا اور اب کہ وہ دونوں ہلکی پھلکی باتیں کر رہے تھے اور اس طرح حور کا دیہان بھی بھٹک چکا تھا۔

ایک دفعی پھر سے اس کیس کی سنوائی کا وقت ہو گیا اور اب کہ پھر سے بہت سے لوگوں کے سانس خشک تھے۔ اگر کوئی مطمئن تھا تو وہی بھوری آنکھوں والا شخص تھا۔ حور اب پھر سے گھبراہٹ کا شکار تھی۔

"حور ہمت نہیں ہار و اور اللہ پر بھروسہ رکھو۔" اس نے اسکا ہاتھ تھام کر تسلی دی جبکہ حور نے اثبات میں سر ہلایا۔

ادھر مصطفیٰ صاحب بھی پریشانی کے عالم میں ادھر ادھر چکر کاٹ رہے تھے کہ علی صاحب نے انکو حوصلہ دیا۔

"مجھے پورا یقین ہے اس بار جیت حق کی ہو گی۔ہمت نہیں ہارو۔"انہوں نے یہ کہتے ہوئے اس کا کاندھا تھپتھپایا جبکہ مصطفیٰ صاحب کی آواز ابھری۔

"اب ہمیں بھی عدالت جانا چاہیے اور حور کو ہمت دینی چاہیے۔"یہ کہتے ہوئے پہلے مصطفیٰ صاحب نے ایک گہرا سانس لیا اور پھر وہ دونوں عدالت کے لیے روانہ ہوئے۔

دوسری جانب حور اور داہم بھی گاڑی میں بیٹھ چکے تھے۔

"تم خود کو پر سکون رکھو۔"وہ بہت گھبراہٹ کا شکار تھی جب داہم کی آواز ابھری۔

"پتا نہیں مجھے کیوں ڈر لگ رہا ہے۔"اس نے جیسے واقعی تنگ آکر کہا۔

" "حور اس دفعہ کامیابی ہماری ہو گی۔حق کو جتنی بار کچلا جاتا ہے نہ وہ اتنی بار ہی زیادہ طاقتور طریقے سے سامنے آتا ہے تو بس اس دفعہ سمجھ لو کہ حق بہت طاقتور طریقے سے باہر آیا ہے اور اللہ پر بھروسہ رکھو۔"پھر عدالت بھی آگئی۔آج پھر عدالت میں معمول سے ہٹ کر گہما گہمی تھی وجہ یہی تھی کہ پھر سے بااختیار شخصیات عدالت میں موجود تھیں۔

ایک طرف سے وہ درندے عدالت میں داخل ہوئے۔انکے چہروں پر آج بھی غرور تھا اور وہ جانتے تھے کہ جیت اس دفعہ پھر انہی کی ہونی ہے۔اس لیے وہ مدہوش چال چلتے ہوئے عدالت

میں داخل ہوئے اور سیدھا چل رہے تھے کہ سامنے سے حور بھی آرہی تھی۔۔ان میں سے ایک حور کے بالکل سامنے آیا اور بولنے لگا۔

"لگتا ہے اپنی ماں کا انجام بھول چکی ہو۔کوئی بات نہیں آج تمہارا بھی وہی انجام ہوگا۔" یہ کہتے ہوئے وہ مقروح ہنسی ہنسا جبکہ حور نے کچھ بھی کہنا اپنے الفاظ کا ضیاع سمجھا اور آگے چل دی جب کہ پیچھے سے ایک آواز آئی۔

"ابھی سے ڈر گئی!" پھر وہی ہنسی کہ حور پیچھے مڑی اور بالکل سامنے جاکر مقابل کو جواب دیا۔

"گیدڑ کی جب موت آتی ہے نہ تو وہ شہر کا رخ کرتا ہے اور اسی طرح جب تم جیسے لوگوں کی موت آتی ہے اور وہ خوفزدہ ہوتے ہیں نہ تو مقابل کو ڈرا کر اپنا خوف کم کرنا چاہتے ہیں۔" اس نے لٹھ مار انداز میں کہا اور ابھی وہ جانے لگی تھی کہ اس خبیث انسان نے اس پر ہاتھ اٹھانا چاہا پر کسی نے سرعت سے اسکا ہاتھ پکڑا اور مڑور دیا جبکہ اسکی کراہ نکلی۔

"آئندہ اگر یہ ہاتھ اٹھانے کی غلطی کی نہ تو کاٹ کے رکھ دوں گا اور اوقات میں رہ کر بات کرو۔" سرد انداز جبکہ اس انسان نے اب کہ سامنے دیکھا تو حور اس شخص کے پیچھے تھی اور سامنے بھوری آنکھوں میں سرد تاثرات لیے وہ کھڑا تھا اور پھر اس نے ایک جھٹکے سے اسکا ہاتھ چھوڑا اور

Clubb of Quality Content

وہ آگے نکل گیا۔اب کہ وہ پیچھے مڑا تو سامنے حور کو دیکھ کر اسکی آنکھوں میں موجود سرد تاثرات کہیں گم ہو گئے اور اب آنکھوں میں نرم تاثر جاگا۔

"بیسٹ آف لک پراسیکیوٹر حور۔" اس نے مسکرا کر نرم لہجے میں کہا۔حور بھی مسکرا دی اور پھر وہ کمرہ عدالت میں پہنچ گئے۔

مصطفی بھی ادھر پہنچے اور حور کو گلے لگا کر کہا۔

"بیسٹ وشز میری چاند سی دختر۔"

"میدان مار لینا حور آج۔" اب کہ علی صاحب نے بھی شفقت سے کہتے ہوئے حور کے سر پر ہاتھ رکھا۔اور اب وہ سب کمرہ عدالت میں داخل ہوئے۔

کیس کی سنوائی شروع ہوئی اور ہر گزرتا لمحہ ہر کسی کے لیے بھاری تھا کیونکہ بہت سی تہمت لگ رہی تھیں۔ساتھ ہی حورین کی موت کا کیس بھی کھولا گیا تھا اور اس سلسلے میں ہر کسی کو بلایا جا

رہا تھا جبکہ حور نے ثابت کیا تھا کہ وکالت تو اسکو وراثت میں ملی ہے اور اس نے ہر چیز بخوبی سنبھالی ۔بلآخراب جج نے اپنا فیصلہ سنانا تھا۔

"تمام ثبوتوں اور گواہوں کی موجودگی میں.."جج کے الفاظ یا تو کسی کو مایوسی کی انتہا پر پہنچادیتے یا پھر باطل کو منہ کی کھلاتے۔"یہ عدالت عباس صاحب کو اور ان کے احباب کو این جی او سے بچے اغواہ کرنے اور مرحومہ پراسیکیوٹر حورین صاحبہ کے قتل کے کیس میں سزائے موت سناتی ہے۔"یہ الفاظ نہیں تھے بلکہ پتا نہیں کتنے لوگوں کی ہمت اور محنت کا نتیجہ تھا۔ان الفاظ پر بے اختیار ہی مصطفیٰ صاحب، علی صاحب اور حور اور داہم کے زبان سے الحمدللہ نکلا تھا اور نجانے کتنے ہی آنسو ان کے رخساروں پر آئے لیکن یہ آنسو تشکر کے تھے۔اور پھر وہ سب کمرہ عدالت سے باہر چلے گئے جبکہ مجرم تو جیسے اپنی سزا کا سن کر پاگل ہو گئے تھے۔ان کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ واقعی اس دفعہ جیت حق کی ہو گئی۔

کمرہ عدالت سے باہر نکلتے ہوئے داہم کو جج نے روکا۔

"برخوردار مرحومہ ہماری کلاس فیلو تھیں اور اس کیس پر ہم نے مل کر کام کیا تھا لیکن پہلی ناکامی کے بعد میں نے حکمت عملی بدل لی تھی اور میں طاقت میں آنے کا انتظار کر رہا تھا اور جب میں طاقت میں آیا تو پراسیکیوٹر حور نے اس کیس کو دوبارہ کھولا اور اس بار یہ مقدمہ پہلے سے زیادہ مضبوط تھا کیونکہ یہ نہ صرف بچوں کے اغواہ پر مشتمل تھا بلکہ اس میں حورین صاحبہ کا قتل بھی شامل تھا۔ اگر تم میرے پاس کل نہ بھی آتے تو بھی آج انکو سزا ملنا تھی۔" یہ کہتے ہوئے وہ جج چلا گیا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

آج مصطفی صاحب حورین کی قبر پر آئے تھے۔ مصطفی صاحب نے ایک پھولوں کا گلدستہ حورین کی قبر پر رکھا اور پتا نہیں کتنے آنسو ان کے رخساروں پر بہہ گئے۔ وہ جب بھی آتے تو پتا نہیں کتنے آنسو بہا کر جاتے اور کتنی دیر تک بس وہیں بیٹھے رہتے۔ ایسے لگتا تھا جیسے انکا ایک حصہ اسی جگہ پر رہ گیا ہے۔

"مبارک ہو حورین آج ان بچوں کو انصاف مل گیا۔" وہ قبر کی مٹی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہہ رہے تھے۔ ان کی آواز میں بھاری پن تھا۔ "ہماری بیٹی نے حق کا ساتھ دیا بالکل اسی طرح جس طرح تم دیتی تھی۔ اس نے ثابت کر دیا کہ وہ تمہاری بیٹی ہے۔ جس طرح تم باہمت تھی نہ وہ بھی اسی طرح باہمت ہے۔ مجھے کل تم پر فخر تھا اور آج مجھے تم پر اور اپنی بیٹی دونوں پر فخر ہے اور تمہیں پتا ہے میں کتنا خوش نصیب ہوں کہ مجھے ہمسفر بھی وہ ملی جو باطل کے خلاف آواز اٹھاتی تھی اور اولاد بھی بالکل اسی طرح کی ملی۔ میں بہت خوش نصیب ہوں حورین۔" وہ آنکھوں میں نمی لیے اور چہرے پر مسکان لیے کہہ رہے تھے۔ "سب کہتے ہیں حورین نہیں ہے۔ مجھے بتاؤ کیا کسی انسان سے محبت ہونے کے ہے لازم ہے کہ وہ آپکے ساتھ ہو؟ نہیں نہ یہ لازم تو نہیں ہے دیکھو میں بھی تو ہوں۔" یہ کہتے ہوئے انہوں نے خود کی طرف اشارہ کیا اور اب کہ چہرے پر ایک آسودہ مسکان تھی۔ "میں نے بھی تو تمہارے بغیر عمر گزاری ہے نہ لیکن محبت تو کسی بھی لمحے کم نہیں ہوئی۔ جھوٹ کہتے ہیں کہ جن سے محبت ہو ان کا ساتھ ہونا لازم ہے نہیں تو محبت میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔ میں جب تک زندہ ہوں نہ آخری دم تک تم سے محبت کرتا ہوں گا۔ یہ محبت مجھ پر قرض ہے تمہاری تمہیں پتا ہے اس بات کا؟" آخر میں وہ ایک آسودہ سی مسکان لیے اٹھ گئے اور اب وہ حور کی طرف جانے والے تھے۔

حور آج اس کیس کی وجہ سے جہاں بہت خوش تھی وہیں اسکو آج اپنی ماں کی بہت یاد بھی آ رہی تھی۔ وہ ان کی تصویر کو اپنے ہاتھ میں لیے بیٹھی ہوئی تھی اور ان سے باتیں کر رہی تھی۔

"آپکو پتا ہے مما؟ آج آپکی بیٹی نے آپ کا ادھورا کیس مکمل کر لیا نہ صرف مکمل کیا بلکہ جیت بھی گئی۔" اس نے پر جوش آواز میں کہا۔ "آپ کو پتا ہے آپ کے شوہر نے بھی میری بہت ہمت باندھی اور میرے شوہر نے بھی۔ آج میں بہت خوش ہوں لیکن بہت اداس بھی ہوں۔" پھر اچانک اس کی آواز میں جوش ماند پڑ گیا۔ "آج ہم سب پھر سے اکٹھے ہوں گے لیکن آپ نہیں ہو گی ہمارے درمیان ہر بار کی طرح۔ میں آپکو بہت یاد کرتی ہوں۔" یہ کہتے ہوئے وہ اپنی والدہ کی تصویر کو اپنے انگلیوں کے پوروں سے چھو رہی تھی اور اس کی آنکھوں میں نمی تھی۔

کچھ دیر بعد وہ سب آج داہم کے گھر پر موجود تھے۔آج سب کے چہرے خوشی سے تمتمار ہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے آج انکو فتح دی تھی۔

"تم بہت باہمت ہو حور۔" علی صاحب نے شفقت سے کہا۔"اللہ تمہیں مزید بھی کامیاب کرے۔"

"آخر بیٹی کس کی ہے؟" مصطفیٰ صاحب نے بھی اپنا حصہ ڈالا۔

"حورین کی." اب کہ حور نے لقمہ دیا جبکہ سب ہنس پڑے۔

"پھر مجھے کہتی ہو کہ اگر میں آپ کی بیوی جیسی نہ ہوتی تو آپ کو میں عزیز ہوتی؟ جبکہ ابھی اس بات کو مان بھی نہیں رہی کہ میری بھی بیٹی ہو۔" انہوں نے مصنوعی ناراضی سے کہا جبکہ پھر سب مسکرا دیے۔

کھانا کھانے کے بعد مصطفیٰ صاحب اب کہ جانے کے لیے کھڑے ہوئے تو حور کو بوسہ دیا اور کہا

"تم میری بہت باہمت بیٹی ہو۔اللہ پاک تمہیں زندگی کے ہر موڑ پر کامیابی سے نوازے اور ہمیشہ خوش رہو۔" انہوں نے نرمی سے کہا۔

"آمین۔اللہ پاک میرے ینگ مین کو بھی خوش رکھے۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"آمین" پھر مصطفیٰ صاحب چل دیے۔

مصطفیٰ اور علی صاحب کے جانے کے بعد اب کہ وہ دونوں چھت پر موجود تھے۔ حور آسمان کو تک رہی تھی کہ داہم نے کہا۔

"بہت مبارک ہو مسز آپ کیس جیت گئیں۔" اس نے نرمی سے کہا۔

"آپکو بھی مبارک ہو مسٹر۔" اس نے بھی نرمی سے کہا۔

"میں آج بہت خوش ہوں اور خود کو اس دنیا کا خوش نصیب انسان محسوس کر رہا ہوں کہ میری نصیب میں تمہیں لکھا گیا ہے۔" اس کے لہجے سے خوشی کا پتا لگ رہا تھا جب حور بولی۔

"ہاں تب ہی کہا گیا تھا کہ میں ایک وکیل سے شادی نہیں کروں گا ہر وقت کوئی نہ کوئی دفعات ہی سننے کو ملیں گی۔" اس نے جیسے چڑھایا جبکہ داہم خجل ہوا۔

"ایک تو یار غلطی سے یہ بات کیا کہہ دی ہر کوئی اس بات کے پیچھے پڑ گیا۔"اس نے مصنوعی دکھ سے کہا جبکہ حور ہنس دی۔

"ویسے تم آج سے میرے لیے 'حورم' ہو۔"اس نے مسکرا کر نرم لہجے میں کہا جبکہ حور اس بات پر بلش کر گئی۔

(حورم کا مطلب میری حور)

"میں کیا اتنی اچھی لگتی ہوں؟"اس نے شرارت سے پوچھا اور پہلا اثر زائل کرنا چاہا۔

"معاملہ اب تو پسند کا رہا ہی نہیں۔مجھے تو تم سے محبت ہو گئی ہے اور بالکل پاک محبت۔" جبکہ اس انکشاف پر پھر سے حور پہلے تو حیران ہوئی لیکن پھر پلکیں جھپکا گئی۔

"تمہیں پتا ہے حور محبت نہ ایک گمنام پہیلی ہے بالکل۔جب تک انسان اس پہیلی کو سلجھانے کی کوشش کرتا ہے نہ تب تک وہ اس میں مکمل طور پر الجھ جاتا ہے۔مجھے صرف اتنا پتا ہے جب تم میرے نکاح میں آئی تھی تو تب مجھے بس تم اپنی سی لگی تب میں نے پہلی بار دیکھا تھا اور اگر سچ بولوں تو کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا کہ مجھے اتنی پاک اور خوبصورت شریکِ حیات ملے گی۔لیکن مجھے تم سے محبت شاید تب ہوئی جب تم مجھ سے اشتیاق سے اپنے کھانے کے بارے میں پوچھ

رہی تھی۔اس سے پہلے بھی بہت سے لمحات آئے تھے جب تم مجھے بہت عزیز اور خوبصورت لگی

۔چاہے وہ جب تم شادی کے بعد ناشتے والی بات سن رہی تھی یا ان فروزن پراٹھوں پر منہ بنا رہی

تھی لیکن جب تم مجھ سے اشتیاق سے پوچھ رہی تھی نہ تب تم مجھے بہت خوبصورت اور عزیز لگی۔

تب تمہیں دیکھ کر بس ایک یہی خیال آیا تھا میرے دماغ میں کہ **تم واجب المحبت ہو میرے**

لیے۔"اس نے یہ کہتے ہوئے چہرے پر مسکان لیے حور کو دیکھا جو کہ اسکو کی دیکھ رہی تھی پھر

اس نے حور کا ہاتھ تھاما اور نرمی سے اسے اپنے ساتھ لگا یا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content!

ختم شد

مزید بہترین ناول/افسانے/آرٹیکل/مختصر کہانیاں اور معیاری شاعری پڑھنے کے لئے

نیچے دیئے گئے لنک پر کلک کریں۔

شکریہ!

www.novelsclubb.com

ہماری ایپ ڈاؤنلوڈ کریں اور رسائی حاصل کریں بے شمار مزے دار ناولوں تک

Download our app

بہترین کوالٹی کی کتب شائع کروانے کے لئے اس نمبر پر رابطہ کریں۔

03257121842

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔

آپ اپنا لکھا ہوا ناول،افسانہ،شاعری،ناولٹ،کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں ورڈ فائل یا ٹیکسٹ فارم میں میل کریں

novelsclubb@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک،انسٹا پیج اور واٹس ایپ کے ذریعے بھی ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

FB PAGE:

NOVELSCLUBB

INSTA:

NOVELSCLUBB

WHATSAPP:

03257121842